یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

دارالامان قادیان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط وکتابت بنام مینجر

جلد ۱۴ | نمبر ۷

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء مطابق شوال ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عا؍ غیر ممالک سے ے؍ طلباء سے عا؍ روپے

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ الاذہان کیلئے اپیل

اس رسالہ میں جناب مکرمی ناظر صاحب تالیف و اشاعت قادیان کی طرف سے ایک اپیل شائع ہوئی ہے جسمیں دکھایا گیا ہے کہ تشحیذ ساڑھے چھ سو روپے کا مقروض ہے اور یہ روپیہ لوگوں کو واجب الادا ہے علاوہ ازیں دیگر اخراجات سال حال کے پورا کرنے کے لئے کم از کم ساڑھے تین سو روپیہ اور چاہیئے۔

ضروری تشریح

تشحیذ ماہ جون میں صفحہ ۳۸ پر جو خلیفہ کے بارے میں زیر عنوان "درس حدیث" لکھا گیا ہے۔ اسمیں جیسے کہ لاہور میں ہے، کا فقرہ اس طالب علم کا سمجھا جائے جس نے اس درس کے نوٹ ۱۹۱۲ء میں لیے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ تو خود ۔۔۔ فریق مخالف ان معنوں میں خلیفہ ہونے کا مدعی ہے جن معنوں میں حضرت فضل عمر کو سمجھتے ہیں اور نہ ہم اسے ایسا جانتے ہیں۔ پس اسکی مثال درست نہیں ہو سکتی۔ دوم یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت کی مقرر کردہ سزا دینے کا حق اسلامی سلطنت میں بھی صرف بادشاہ اور اسکے مقرر کردہ حاکم ہی کو ہوتا ہے۔ یہ نہیں جو شخص چاہے اپنے طور پر سزا دیدے اسطرح تو امن قائم نہیں رہ سکتا۔ مثلاً چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم ہے تو یہ مطلب نہیں کہ جو شخص چاہے چور کے ہاتھ کاٹ دے بلکہ یہ امر حاکم مجازی کی پیش کیا جائیگا اور وہ ہاتھ کاٹ سکتا ہے اور جب سلطنت اسلامی نہ ہو تو بطریق اولیٰ قطعاً کوئی شخص سزا کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا یعنی اسکے لیے روا نہیں کہ وہ کوئی حد جاری کرے۔ یہ تشریح حضرت خلیفۃ المسیح نے بارہا فرمائی ہے اور ہر احمدی اسے جانتا ہے۔ ہمنے اسلیے اسے لکھدیا تا کسی غیر احمدی یا غیر مبائع کو غلط فہمی نہ ہو۔ +

(اطلاع - رسالہ ماہ جون صفحہ ۴۴ پر بعنوان شہادۃ القرآن جو تحریر ہے وہ جناب مولوی فضل الدین صاحب کے افادات سے ہے اور ہمنے انکی ایک تحریر سے لے لیا تھا (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

*

صداقت مسیح موعود

تعلیم الاسلام ہائی سکول فرزندان احمدیت میں کیا روح بھر دیتا ہے اور اس مدرسہ میں طالب علموں کی کیسی تربیت ہوتی ہے اسکے ثبوت میں یہ مضمون کافی ہے جسکی نسبت مجھے یقین ہے کہ مضمون نویس کے اپنے تدبر کا نتیجہ ہے۔ ماشاء اللہ جو لکھا ہے خوب لکھا ہے اور مَیں نے مضمون کو اصلی رنگ دکھلانے کے لئے اس میں کوئی ترمیم نہیں کی یہ خوشی کی بات ہے کہ شیخ چراغ الدین صاحب اپنی زندگی خدا کے حضور حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر دین کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں خدا اس عزم میں جزم اور ارادہ میں برکت دے۔ (ایڈیٹر)

غیر احمدی دوست ہمیشہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی تصدیق قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے تو ان کو آپ کے ماننے

میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ پس ان کے ایسا کہنے کی بنا پر میں قرآن کریم سے وہ معیار صداقت پیش کرتا ہوں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے اللہ تعالےٰ نے پیش کئے۔ اور انہی معیاروں کی رو سے اگر حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جائے تو میں امید کرتا ہوں کہ غیر احمدی دوست جیسے کہ وہ کہتے ہیں آپ کے ماننے میں کوئی عذر نہیں کرینگے۔ کیونکہ ایک مسلم کی سعادتمندی اسی بات میں ہے کہ جسکی قرآن کریم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق کریں وہ اسکی تکذیب نہ کریں۔ سورۂ نجم میں اللہ تعالےٰ نے مامور من اللہ کی صداقت کے لئے پانچ معیار پیش کئے ہیں۔

پہلا معیار یہ کہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى یعنی جو مامور من اللہ ہو اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی رہنمائی اور ہدایت کرنیوالا ہو جیسے کہ نجم کرتا ہے یعنی جس ہدایت اور راہ کی طرف وہ بلاتا ہو۔ اس کے سچا ہونے کا اسکو خود بھی یقین ہو۔ اور جو اس کے پیچھے چلیں انکو بھی یقین کا مرتبہ نصیب ہو۔ آجکل مختلف قسم کی چیزیں تیار کی گئی ہیں جو سفروں میں رہنمائی کا کام دیتی ہیں۔ مثلاً گائیڈ بکس نقشے قطب نما۔ قبلہ نما۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان سب میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔ اور اکثر اوقات یہ غلط ہوتے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے راہ رو سیدھے رستے سے بھٹک جاتا ہے۔ مگر جو لوگ ستاروں کی روشنی پر چلنے والے ہوتے ہیں وہ کبھی رستے کو گم نہیں کرتے۔ وہ ضرور منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ ستارے کبھی اپنی روشنی نہیں بدلتے بلکہ وہ خود بھی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں اور جو اُن سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ بھی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ پس پہلی بات مامور من اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ستارے جیسی رہنمائی کرے۔

دوسرا معیار یہ ہے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ یعنی اس کی پہلی زندگی ایسی پاکیزہ ہو کہ اُس کے ہمعصر شہادت دیں کہ وہ بھول بھٹک سے اور ہر قسم کے معائب سے بَری ہے۔ اور اسکی زندگی پر کوئی بدنما داغ نہیں لگ سکتا۔

تیسرا معیار یہ فرمایا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ کہ جو دعوے یا تعلیم وہ پیش کرے اور اصلاح حال کا جو طریق بتلائے وہ اسکی اپنی طرف سے تجویز کردہ ہو

بلکہ خدا کے حکم سے کہے کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں سے کہدو کہ وہ ایسا کریں +

چوتھا معیار یہ فرمایا۔ علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ۔ یعنی وہ ایسا کلام پیش کرے جسکی نظیر لانے سے جہان عاجز ہو گویا علم میں ایسے بلند اور افق اعلیٰ پر کھڑا ہو کہ دنیا میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے +

پانچواں معیار یہ فرمایا۔ دنیٰ فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ۔ یعنی تعلق باللہ میں ایسا بڑھا ہوا ہو۔ کہ اُس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے۔ کیونکہ جس طرح دو کمانوں کے ملانے سے۔ ان ہر دو کی قابیں یعنی رسیاں آپس میں ملکر ایک ہو جاتی ہیں (چنانچہ دیکھو خدا نے بھی ذکر تو دو قوسوں کا کیا مگر قاب ایک ہی رکھی ہے) اور کمانوں کے ملنے سے جو دائرہ بنتا ہے اسکے عین نقطہ مرکزی سے گزرتی ہیں۔ اسی طرح خدا اور اس کے درمیان بھی یگانگت ہو اور براہ راست آپس میں بالمشافہ گفتگو ہوئی ہو۔ جیسے کہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ سے ظاہر ہے +

تیسرے معیار میں جو لفظ یوحیٰ مجہول کا صیغہ رکھا تھا اس سے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اُسے براہ راست حکم نہ ملا ہو بلکہ کسی کے ذریعہ سے ملا ہو۔ پس فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ معروف کا صیغہ رکھ کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ ہم نے اُس سے بالمشافہ کلام کر کے اسکو مامور کیا ہے +

یہ پانچ معیار ہیں جو اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پرکھنے کے لئے پیش کئے۔ اور ان پانچوں معیاروں کے ثبوت میں اللہ تعالےٰ نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں +

پہلے معیار کے ثبوت میں کہ وہ ستارے جیسا رہنما ہو۔ فرمایا ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی۔ کہ میں ایسی یقینی ہدایت کیطرف بلا رہا ہوں کہ جو مجھ سے رہنمائی حاصل کرینگے انکو بھی یقین کا مرتبہ حاصل ہو جائیگا۔ اور وہ بھی منزل مقصود پر پہنچ جاوینگے +

دوسرے معیار کے ثبوت میں کہ آپکی زندگی بے لوث ہو۔ فرمایا۔ فقد لبثت

فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون ۔ کہ تم میری پہلی زندگی پر شاہد ہو کہ میں ہر ایک قسم کے معائب سے پاک رہا ہوں +

تیسرے معیار کے ثبوت میں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا ہو۔ فرمایا۔ لو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین ۔ یعنی اگر یہ ہماری طرف ایک بات بھی ایسی منسوب کرتا جو ہم نے نہ کہی ہو تو ہم دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اسکی شہ رگ کاٹ ڈالتے (ہلاک کر دیتے)

چوتھے معیار یعنی علمی کمال کے ثبوت میں فرمایا۔ ان کنتم فی ریب مما نزّلنا علےٰ عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہ یعنی یہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے کہ تم اس کی مثال نہیں بنا سکتے +

پانچویں معیار یعنی تعلق باللہ کے ثبوت میں فرمایا کہ ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ ۔ یعنی تم کہتے ہو کہ شاید اس کو واقعہ میں خدا سے کوئی تعلق ہے یا نہیں اس کا اپنا تعلق تو درکنار۔ تم اسکی بتائی ہوئی راہ پر چلکر دیکھ لو کہ خدا کے نہ صرف معمولی تعلق دار بلکہ محبوب بنجاؤ گے +

پس یہ وہ پانچ معیار اور ان کے مطابق یہ ثبوت ہیں جو قرآن کریم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتا ہے۔ آؤ ذرہ غور کریں اور دیکھیں کہ یہی قرآنی معیار اور ثبوت حضرت مرزا صاحب کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر کرتے ہیں تو قرآن کریم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی بات میں ہے کہ آپ (حضرت مرزا صاحب) پر ایمان لے آئیں +

پہلے معیار اور ثبوت کے متعلق رسول کریمؐ نے جو اپنی یقینی ہدایت کا ثبوت دیا ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے۔ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ کیونکہ مباہلہ اور موت کی خواہش ایک ایسی شے ہے جو کسی کے عقیدہ میں ذرا بھر بھی شک کی گنجایش نہیں چھوڑتی ۔ جسکو ذرہ بھر بھی اپنے عقائد میں

شک ہو وہ کبھی مباہلہ کیطرف مخالفین کو نہیں بُلا سکتا۔ بلکہ وہی بلاتا ہے جسکو یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اسکے مطابق دیکھ لو کہ حضرت مرزا صاحب نے اور آپ کے متبعین نے اپنے مخالفین کو مباہلہ کیطرف بلایا ہے یا نہیں۔ اگر بُلایا ہے اور ضرور بلایا ہے بلکہ اب تک بلا رہے ہیں تو اس معیار کی رو سے وہ سچے ثابت ہوئے +

دوسرا معیار پاکیزہ زندگی تھی جس طرح رسول کریمؐ نے اپنے مخالفین سے کہا کہ تم میری پہلی زندگی میں کوئی عیب دکھاؤ اور وہ نہ دکھا سکے بلکہ امین اور صدیق کے الفاظ سے یاد کیا۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے مخالفین کو چیلنج دیا کہ تم میری دعویٰ سے پہلی زندگی میں کوئی بدنما داغ دکھاؤ۔ مگر کوئی نہ دکھا سکا۔ قادیان کے آریہ سکھ اور غیر احمدی مسلمان سب متفق اللسان ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ آپکی پہلی زندگی نہایت ہی پاکیزہ تھی۔ خود مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ رئیس المخالفین ہے اس نے بھی اپنے رسالہ میں آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اگر یہ معیار درست اور یقینا درست ہے کیونکہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے تو حضرت مرزا صاحب اس معیار کی رو سے بھی سچے ہیں +

تیسرا معیار خدا کیطرف سے وحی پاکر کھڑا ہونے کے متعلق تھا۔ اس کے متعلق جس طرح رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دیکھو اگر میں جو کچھ کہتا ہوں اپنی طرف سے کہتا اور وہ خدا کیطرف سے نہ ہوتا تو خدا میری شہ رگ کاٹ ڈالتا اور اس صورت میں اگر تم مجھے چھڑانا بھی چاہتے۔ تو نہ چھڑا سکتے۔ وہی بات حضرت مرزا صاحب میں بھی دیکھ لو۔ کہ آپ بھی تقریبًا تیئس سال تک کہتے رہے کہ خدا نے مجھے اپنی وحی سے مخصوص کر کے کھڑا کیا ہے۔ اگر آپ تقول علی اللہ اور افترا علی اللہ کے مرتکب ہوتے تو کبھی اس سزا سے نہ بچ سکتے۔ جو خدا نے مفتری اور تقول علی اللہ کرنے والے کے لئے رکھی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس معیار کی رو سے بھی آپ سچے ہیں +

چوتھا معیار علمی معجزہ تھا۔ جس طرح رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم میرے متحدیانہ

کلام کی کوئی نظیر پیش کرو اور وہ عاجز رہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی عربی کتابیں لکھیں اور تمام عرب و عجم کے علماء کو چیلنج دیا کہ اسکی نظیر پیش کرو۔ اور ساتھ ہی رسول کریمؐ کی طرح یہ بھی کہدیا کہ تم ہرگز پیش نہیں کر سکو گے۔ سو ایسا ہی ہوا پس ثابت ہوا کہ آپ واقعہ میں خدا کیطرف سے تھے۔ کیونکہ انسانی کلام کی مثل انسان بنا سکتا ہے۔ مگر الہی کلام کا مقابلہ ناممکن +

پانچواں معیار تعلق باللہ کے متعلق تھا سو جس طرح رسول کریم نے اپنے متبعین کو ایسا خدا دکھا دیا کہ پھر نہ اُن کو گرمی کی تیزی نہ سردی کی شدت نہ قحط کی سختی نہ زلازل کی جنبش نہ حوادث کی کثرت نہ بلاؤں کا ڈر۔ نہ عزیزوں کی محبت نہ وطن کی اُلفت نے اُنکے قدموں کو ڈگمگایا۔ اور نہ اُنکے عقائد میں تزلزل ڈالا۔ بلکہ ان سب باتوں کی زیادتی ان کے قدم شوق کو آگے ہی آگے بڑھاتی چلی گئی۔ حتّٰی کہ ہزاروں راہ محبوب میں بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے متبعین کو دیکھو کہ باوجود آفتوں اور مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے حضرت مرزا صاحب کی جماعت اللہ کے فضل اور کرم سے آگے ہی آگے بڑھی جا رہی ہے اور ان کو کوئی ایسا مقناطیسی کشش کھینچے جا رہی ہے۔ کہ ان مصائب کو نہایت ہیچ سمجھتے ہوئے پروانہ وار کسی شمع کیطرف کھچے جا رہے ہیں اور وہ شمع **ذات الہی** ہے۔ اگر اس کے عشق اور محبت سے اُن کے دل معمور نہ ہوتے۔ اگر اس کی رویت ان کو نصیب نہ ہوتی تو یقیناً یقیناً مصائب ایسے ہیں کہ ایک ہی منزل میں اپنی آبلہ پائی کی وجہ سے رہ جاتے +

دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے لولا ان رای برھان ربہٖ یعنی اگر اُس نے اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھا ہوتا تو پھسل جاتا مگر وہ اس سلئے بچا کہ اُس نے خدا کو دیکھا ہوا تھا۔ پس اُنکو بچانے والی شے صرف رویت اللہ تھی حضرت یوسف کے سامنے تو صرف ایک عورت تھی اور اُس سے محض رویت اللہ نے ان کو بچایا۔ مگر یہاں تو ایک عورت نہیں دنیا کی ہر ایک شے نہایت حسین و جمیل عورت کے لباس میں آراستہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے۔ پس کیا

یہ لوگ اپنے جذبات پر اس قدر قابو اور قدرت رکھتے ہیں کہ ہر ایک دلربا شے سے نہایت استغنا اور غضِ بصر سے گزرے جا رہے ہیں اور ان کے دامن کو پیچھے تو چھوڑ آگے سے بھی کوئی نہیں کھینچ سکتی تو یہ استقلال اور ہمت ان کے اندر بغیر رویت الٰہیہ کے ہی پیدا ہو گئی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب ایک عظیم الشان نبی کو بھی بغیر رویت اللہ کے ابتلاء کا ڈر تھا۔ تو کیا دوسرے انسانوں سے بالا و اعلےٰ قویٰ انھیں مل گئے ہیں۔ کہ یہ تمام قسم کی خواہشات و شہوات کو بغیر رویت اللہ کے پاؤں کے نیچے کچلے جا رہے ہیں۔ ہرگز نہیں صرف رویت اللہ۔ اور محبت اور عشق الٰہی ہی ایک شے ہے جو ان کو حضرت مرزا صاحب کی اتباع میں حاصل ہوئی ہے اور یہی ہے جس نے ان کو تمام دنیا اور وما فیہا سے مستغنی کر دیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس معیار کی رو سے بھی حضرت مرزا صاحب سچے ہیں ؛

درس الحدیث

(از افاضات حضرت اولوالعزم)

حدیث۔ عبد العزیز۔

غالباً نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک قوم کی جب ابتداء ہوتی ہی تو اسے ضروری ہوتا ہے کہ پہلوں سے الگ رکھا جاوے کیونکہ اگر وہ معمولی کاموں میں انکی پیروی کریں گے تو دوسری باتوں میں ان کا ان سے ملنا کوئی بعید نہیں رہے گا۔ اس لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ ان کا خلاف کرتے رہو۔ یہ ان سے علیحدہ کرنیکے لئے فرمایا ہے تعجب ہے کہ بعض احمدی کہلانیوالے کہتے ہیں کہ غیروں سے بالکل ملجاؤ۔ حالانکہ حضرت صاحب نے غیر احمدی کے پیچھے نماز۔ انکو اپنی لڑکیاں دینے۔ اور ان سے میل جول رکھنے سے بالکل منع فرمایا ہے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ برخلاف اس کے ان سے ہمیں ملا دیں ؛

حدیث الابرص والاقرع والاعمیٰ۔ حضرت صاحب ہمیں کبھی کبھی کہانیاں

سنایا کرتے تھے۔ بچپن میں کہانیوں کا شوق تو ہوتا ہی ہے۔ حضرت صاحب اکثر تین کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ایک یہ۔ ایک حضرت یوسف کی اور ایک ان تین آدمیوں کی جو غار میں پھنس گئے تھے۔ شریر لوگ اپنی شرارتوں کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں پھر کہتے ہیں اگر چھوٹے تو ایسا نہ کرینگے لیکن جب خلاصی ہوئی جھٹ وہی شرارتیں کرنی شروع کر دیں۔ طبیب مریض کو بد پرہیزی سے روکتا ہے اور وہ بھی اسوقت مان لیتے ہیں لیکن جب اچھے ہونے لگے پھر وہی بد پرہیزی حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑی بد پرہیزی کر لینا بالکل پرہیز سے اچھا ہے کیونکہ انسان جب ایک بات سے ایک مدت تک رکا ہے۔ تو اسے جب کرنا شروع کرتا ہے تو حد سے ہی زیادہ کر دیتا ہے۔

شریر لوگ بیماری میں تو توبہ کر لیتے ہیں لیکن جب اچھے ہوئے۔ جھٹ وہی شرارتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ تینوں۔ اندھا۔ گنجا۔ اور ابرص۔ حضرت مسیح والے معلوم ہوتے ہیں۔ وہی معجزے جو وہ دکھایا کرتے تھے بیان کئے ہیں۔ یہ مثال دی ہے کہ اس طرح کے کئی بیمار اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملائکہ ظاہری شکل میں ہو کر آتے ہیں اور نظر آجاتے ہیں۔ اگر پورے جاگتے ہوئے نہ ملیں تو نصف جاگتے اور نصف سوتے ہی وہ مل لیتے ہیں۔ مینے ایسا دیکھا ہے۔ جتنا خدا سے زیادہ تعلق ہو اتنا ہی وہ زیادہ صفائی سے نظر آتے ہیں۔ بعض صوفیاء نے ان سے ظاہر ملاقات کی۔ نبی کریم صلعم سے بھی وہ آکر ملتے تھے۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ آزاد کرتا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو شخص بیماری سے بچکر پرہیز کرے وہ بچا رہتا ہے۔ اور جو پرہیز نہ کرے۔ بلکہ وہی اگلی سی شرارتیں شروع کرے۔ تو وہ پھر اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو شخص نیک ہوتا ہے وہ ایسے امتحانات میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلعم نے یہ نصیحت کی ہے۔ کہ تم کو جب مشکلات آتی ہیں پھر وہ دور ہو جاتی ہیں۔ تو جب وہ تم سے دور ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ کے رستے میں کچھ دو۔

حیات و وفات مسیح پر اٹاوہ کے احمدیوں اور اہلحدیث میں تحریری مباحثہ اور احمدیوں کی عظیم الشان فتح

مباحثہ جس طرح شروع ہوا اور جو کچھ ضبط تحریر میں آیا وہ ناظرین پر ذیل کے مضمون سے ظاہر ہو جائے گا۔ اس مضمون کو دیکھ کر اہلحدیث مناظر اسقدر مبہوت ہوا کہ اُس نے کہا کہ میں اس مضمون کا جواب یہاں نہیں لکھ سکتا۔ تلاہم جاکر جواب لکھ کر بھیجوں گا مگر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء سے اتبک اہلحدیث مناظر نے کچھ جواب نہیں دیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اٹاوہ کے احمدیوں کو اہلحدیث پر عظیم الشان فتح عطا فرمائی۔ فللہ الحمد۔ سید صادق حسین مختار عدالت و سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ

مضمون مباحثہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

واضح ہو کہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بعض اہلحدیث اٹاوہ مجھ سے ملنے کو آئے اور انھوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب میرٹھ سے تشریف لائے ہیں (مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اُن صاحبوں نے مولوی صاحب موصوف کا نام مولوی حمید اللہ بتایا تھا مگر اب انکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب مولوی حمید اللہ کے بیٹے کبیر احمد ہیں خیر کوئی بھی ہوں) وہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث سے حیات مسیح ثابت کر سکتے ہیں اور احمدیوں کی ہر بات کا جواب دینے کو تیار ہیں۔ اہلحدیث مذکورین نے مجھ سے اصرار کیا کہ آپ کوئی سوال لکھ کر دیں ہم مولوی صاحب سے جواب لکھوا دینگے میں نے اوّل تو عذر کیا کہ حیات مسیح کا ثبوت مولوی صاحب قرآن و حدیث سے ہرگز نہیں دے سکتے نہ سیدھی طرح سے جواب دینگے اس لئے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں مگر انہوں نے بہت اصرار کیا۔ اس لئے میں نے دو سوال لکھ کر ان کو دیدیئے کسی کو مخاطب نہیں کیا

اب ایک مولوی صاحب نے جو اپنا نام کبیر احمد لکھتے ہیں ان دونوں سوالوں کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے وہ دونوں سوال حسب ذیل ہیں:۔

(۱) یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰے ابن مریم علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور پھر اُسی جسم کے ساتھ کسی وقت آسمان سے زمین پر نازل ہونگے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ و عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے ومن ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرھان +

(۲) لفظ توفّی جب باب تفعل سے ہو اور اللہ تعالیٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو صرف قبض رُوح کے معنوں میں آتا ہے قبض رُوح مع الجسم کے لئے نہیں آتا آیۃ فلمّا توفیتنی اور آیت انی متوفیك ہیں جو مولوی صاحبان لفظ توفی کے معنے قبض رُوح مع الجسم کے لیتے ہیں وہ خطا پر ہیں ورنہ لغت عرب و قرآن و حدیث سے اسکی سند پیش کی جاوے +

اب ان دونوں سوالوں کے جواب میں جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے ہم اسکو بلفظ **قال الملا** اور اپنی تحریر کو بلفظ **اقول** یہاں درج کرتے ہیں ناظرین انصاف سے کام لیں کہ مولوی صاحب ہمارے سوالوں کے جواب سے سبکدوش ہوئے یا نہیں +

قال الملا۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسم عنصری مع الحیاۃ من قدرت اللہ آسمان پر اُٹھایا جانا اور اب تک زندہ رہنا اور قریب قیامت آسمان سے نزول فرما کر دجال کو قتل کرنا بلا تاویل از رُوے قرآن و حدیث بالکل صحیح مانتا ہوں۔ ولو کرہ المعاندون بہ علیہ السلام۔ آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ کی رو سے آسمان پر مع الجسم اُٹھایا جانا مانتا ہوں اور حدیث تفسیر فتح البیان والی جس کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم للیھود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم یوم القیامۃ کی رو سے اب تک زندہ مانتا ہوں اور حدیث مفصل طول طویل کتاب مسلم شریف والی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا بعث اللہ المسیح ابن مریم عند المنارۃ البیضاء

شرقی دمشق بین مہرو ذتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطا راسہ قطر و اذا رفعہ تحدّر منہ مثل جمان کاللولوء فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الامات و نفسہ ینتہی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لُدّ فیقتلہ کی رو سے آسمان سے نزول فرما کر دجال کو قتل بلا تاویل و قال و قیل بالکل صحیح مانتا ہوں۔ آپ براہ کرم آیت بل رفعہ اللہ الیہ کا لفظی ترجمہ اور حدیث کے جملہ اہد ہمت کا لفظی ترجمہ اور حدیث مفصل کے جملہ ینزل اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا لفظی ترجمہ ذرا دست مبارک سے لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تاویلات اور مطالب اور معانی دریافت نہیں ہیں"۔

اقول۔ جناب من آپ کے ماننے نہ ماننے سے ہم کو بحث نہیں ہے آپ کو اختیار ہے کہ سب اہلحدیث کی نسبت بھی وہی مان لیں جو حضرت عیسےٰؑ کی نسبت مانتے ہیں۔ بحث تو یہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے قطعاً و یقیناً یہ بات ثابت ہے یا نہیں کہ حضرت عیسٰی زندہ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں اور وہاں بدستور اب تک زندہ موجود ہیں اور پھر کسی وقت زندہ اور اُسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے تشریف لائینگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عقیدہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں ولو کرہ المجادلون۔ چنانچہ آپ بھی ثابت نہ کر سکے جیسا ابھی انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔ دیکھئے اپنے پہلے سوال کے متعلق لکھا تھا ومن ادعی فعلیہ البیان بالبرہان۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے لفظ برہان کے معنے کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے "برہان بالضم حجت روشن و دلیل قاطع از منتخب و فرق درمیان برہان و دلیل آنست کہ دلیل عام است و برہان خاص و باصطلاح منطق قیاسے است کہ مرکب باشد از مقدمات یقینی تا نتیجہ دہد مقدمہ دیگر را کہ یقینی باشد و ظنی چنانچہ کل انسان حیوان و کل حیوان جسم پس ازیں نتیجہ یقینی برآمد کل انسان جسم"

یہ قید میں نے اس لئے لگائی تھی کہ عقائد کے اثبات کے لئے ادلہ قطعیہ اور یقینیہ درکار ہوتے ہیں آیات محتملہ و احادیث احاد ظنیات میں داخل ہیں اُن سے کوئی عقیدہ

ثابت نہیں ہو سکتا۔ کتاب منہج المومنین مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے ۱۲۵۵ھ میں لکھا ہے
"باید دانست کہ در اثبات عقائد ادلہ قطعیہ یقینیہ معتبر داشتہ اند و ادلہ غیر قطعیہ مثل
احادیث صحاح و حسان و متواترات غیر منصوصہ و آیات محتملہ مبنی اعتقادیات نمے تواند
شد و آنچہ از نیہا ثابت میشود از معتقدات نمے شمارند و لفظ اعتقاد بر آں اطلاق نمے
کنند و ایں قدر کہ مذکور شد بدیہی الثبوت و مستغنی البیان است چہ کتابے از کتب کلام
و عقائد از تصریح آں خالی نیست" اب میں یہ دکھلاتا ہوں کہ آپ نے جو دلیلیں عقیدہ
زیر بحث کے متعلق پیش کی ہیں وہ ظنی ہیں قطعی و یقینی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ دلیلیں بھی
نہیں صرف توہمات بے بنیاد ہیں۔ چنانچہ آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق یہ
گزارش ہے کہ رفع کا صلہ جب الیٰ آتا ہے تو اس لفظ کے معنے از روئے لغت مقرب
بنانے کے ہوتے ہیں جیسا صراح میں اسکی تصریح ہے لکھا ہے۔ رفع۔ نزدیک
گردانیدن کسے را بہ کسے صلتہ بالی و من ذالک قولھم رفعتہ الی السلطان"
چونکہ یہودیوں کا زعم یہ تھا کہ مسیح مصلوب و مقتول ہو کر ملعون ہو گیا اور حسب منشاء
توریت ملعونیت کے لئے عدم رفع لازم تھا اس لئے اللہ تعالےٰ کو اُن کے زعم کے ابطال
کی ضرورت پیش آئی اور فرمایا وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ لہذا آیہ بل
رفعہ اللہ الیہ سے حیات مسیح پر استدلال غلط ہے بلکہ اس سے وفات مسیح ثابت
ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ یہ تھا انی متوفیک و رافعک الیّ الخ اور خدا تعالیٰ
وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس جب خدا نے خبر دی کہ رفعہ اللہ الیہ کہ اللہ تعالیٰ
نے حسب وعدہ حضرت مسیح کو پہلے وفات دی پھر اس کا رفع اپنے حضور میں کر لیا جبکہ
تمام مومنین کا رفع ہوا کرتا ہے مشکوٰۃ شریف میں بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ظاہر
ظاہر ہوتا ہے کہ بعد وفات مومنین کی ارواح کا رفع آسمان پر ہوا کرتا ہے۔ ارواح
کفار کا نہیں ہوتا۔ علامہ ابن قیم نے بھی اپنی ایک کتاب میں بہت سے اخبار و آثار
بغیر اس بارہ میں پیش کئے ہیں اور جو معنے ہم نے آیہ بل رفعہ اللہ الیہ کے لکھے
ہیں اُنکی تائید دیگر آیات محکمات سے بھی ہوتی ہے منجملہ اُنکے یہ آیتیں ہیں (۱) وما محمد

اِلّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (سورہ آل عمران پ ۴) (۲) ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامّہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام (سورہ مائدہ پ ۶) (۳) والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاءٍ وما یشعرون ایّان یبعثون (النحل پ ۱۴ رکوع ۲) معلوم نہیں آپ نے کس طرح آیہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے یہ معنی سمجھ لئے کہ خدا نے حضرت مسیح کو زندہ مجسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس آیہ کا لفظی ترجمہ تو اسی قدر ہے "بلکہ مقرب بنایا اس کو اللہ نے اپنے حضور میں" آپ نے اس آیہ کے ترجمہ میں زندہ جسم عنصری آسمان کے لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں اور یہودیوں کے کان کاٹے ہیں استغفر اللّٰہ ثم استغفر اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ۔ مولوی صاحب اگر آپ میں کچھ غیرت ایمانی ہے تو بتائیں کہ اس آیہ میں وہ کونسے الفاظ ہیں جن کے معنے زندہ بجسم عنصری اور آسمان کے ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین والّا من الکاذبین۔ مولوی محمد بشیر بھوپالوی نے مباحثہ دہلی پرچہ نمبر ا میں تسلیم کیا ہے کہ یہ آیہ فی نفسہا قطعی الدلالت حیات مسیح پر نہیں ہے۔ حیات مسیح و صعودہ بجسدہ العنصری کے اثبات کے لئے جو آیت آپ نے پیش کی تھی اس کا تو یہ حال ہے۔ اب تفسیر فتح البیان والی حدیث کے متعلق سُنیئے جناب من یہ حدیث جس میں لفظ لم یمت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں مرا ہے حدیث نبوی نہیں کسی مفتری کا لطیفہ ہے تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوعہ بکثرت بھری ہوئی ہیں انہیں میں اسے شمار کیجئے نہیں مانتے تو حدیث کی کسی معتبر کتاب سے اسکا صحیح مرفوع متصل ہونا ثابت کیجیے۔ رواۃ اسناد کی تصدیق و تعدیل قانون روایت کے مطابق کر دکھایئے۔ پھر اس حدیث کا متواترات میں سے ہونا ثابت کیجیے بعد ازیں اس کو بحث عقائد میں پیش کیجئے دونہ خرط القتاد یہ ہے اُس حدیث کا حال جو آپ کے عقیدہ کی بنیاد ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کا عقیدہ بے بنیاد ہے اور در حقیقت

محض توہمات وتخیلات پر آپ کا اعتقاد ہے اب اس کے مخالف احادیث صحیحہ ملاحظہ فرمائیے نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث ومجدد بھوپالوی اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۔ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں "حدیث جابر میں مرفوعاً آیا ہے مت پوچھو اہل کتاب سے کچھ سو وہ تم کو کیا خاک ہدایت کرینگے جبکہ خود گمراہ ہوگئے ہیں تم یا تو باطل کی تصدیق کرو گے یا سچ کو جھٹلاؤ گے واللہ حال یہ ہے کہ اگر موسیٰ درمیان تمہارے زندہ ہوتے تو انکو سوائے اس کے کہ میری پیروی کریں کچھ روا نہ ہوتا۔ بعض احادیث میں یوں آیا ہے۔ لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعہما الا اتباعی معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں قیامت تک" دیکھئے آخری حدیث ہیں جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صاف طور پر فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوائے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب محدث پیشوائے اہلحدیث جابر کی حدیث کو مرفوع بتلاتے ہیں اور اس کے بعض طرق کے الفاظ لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین تحریر فرماتے ہیں اور اسکی صحت پر کوئی اعتراض نہیں فرماتے۔ پس یہ حدیث صحیح مرفوع ثابت ہوئی۔ اب مولوی صاحب براہ مہربانی اس حدیث کا لفظی ترجمہ اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائیں اور ممکن ہو تو دل ہی میں ذرا شرمائیں۔ یہ حدیث الیواقیت والجواہر مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی کے صفحہ ۲۴ اور خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب کے صفحہ ۴۷ اور تفسیر ابن کثیر کی جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اور امام ابن قیم کی کتاب مدارج السالکین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ میں بھی بالفاظ مختلف درج ہے مگر سب کا مطلب ایک ہے۔ اور حاشیہ جلالین مع کمالین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۵۰ میں ابن عمر سے مروی ہے۔ ان عیسیٰ عاش مائة وعشرین سنة کذا فی الاصابہ یعنی حضرت عیسیٰ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے یہی روایت حضرت فاطمہؓ سے طبرانی میں بھی آئی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنة میں یہ روایت اس طرح لکھی ہے۔ عاش عیسیٰ علیہ السلام خمس وعشرین سنة ومائة یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک سو پچیس برس تک زندہ رہے غرض ان آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ کے مقابلہ میں آپکی پیش کردہ روایت جسمیں لفظ یموت

ہے قابل التفات نہیں اور حضرت عیسیٰ کی وفات آیات قرآنیہ و نصوص حدیثیہ مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ متوفی شخص دوبارہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آیا کرتا کیونکہ ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون +

دوسری حدیث صحیح مسلم کی جو آپ نے پیش کی ہے اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے حضرت عیسیٰ کا زندہ بجسم عنصری آسمان پر مرفوع ہونا اور وہاں اکان گماکان موجود ہونا ثابت ہو معلوم ہوتا ہے آپ نے اپنے ذہن میں پہلے ایک بات فرض کر لی ہے اور پھر اُسی فرض کی بنا پر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں مگر ایسی تفسیر حقیقت میں تفسیر بالرائے ہے۔ ایک معمولی فہم کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نزول فرع ہے صعود کی پس جب تک صعود ثابت نہ ہو نزول کی امید فضول ہے۔ جناب مولوی صاحب آپ پہلے حضرت مسیح کا صعود زیر بحث آیت قطعیۃ الدلالت و حدیث صحیحہ متواترہ سے ثابت کردیں پھر اُنکے نزول کا تمنا کرنا۔ ورنہ جس طرح یہودی اپنے قیاسی ڈھکوسلوں کی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب کرکے بامید نزول مسیح خیالی آسمان کیطرف تکتے رہتے ہیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے سو جاتے ہیں یہی انجام آپ کا بھی ہوگا۔ اب حدیث صحیح مسلم کی نسبت ہماری تحقیق متوجہ ہو کر سنیئے۔ (۱) یہ حدیث از قسم آحاد ہے عقائد میں حجت نہیں ہو سکتی (۲) اس حدیث کو اس مسیح ابن مریم سے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی کچھ تعلق نہیں ہے آپ نے حدیث میں اذ بعث الله المسیح ابن مریم دیکھ کر یہ خیال جمالیا ہے کہ مسیح ابن مریم سے مُراد وہی مسیح ابن مریم ہیں جن پر انجیل نازل ہوئی تھی یہ خیال آپ کا غلط ہے۔ دُنیا میں ایک نام کے سینکڑوں آدمی ہوئے اور ہوتے ہیں۔ بعض برگزیدہ بندگانِ الٰہی کے اُنکے والدین کے رکھے ہوئے ناموں کے علاوہ آسمانی نام بھی ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلعم کا نام جو اُنکی والدہ ماجدہ نے رکھا تھا وہ محمدؐ تھا اور آپ کا آسمانی نام احمدؐ تھا۔ بعض کے نام کوئی مقتدر انسان تجویز کر دیتا ہے جیسے حضرت ابوبکرؓ صدیق کا نام آنحضرتؐ نے تجویز فرمایا تھا حضرت علیؓ کی کنیت ابا تراب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تجویز فرمائی ہوئی ہے۔ مماثلت

اور مشابہت تامہ کے لحاظ سے بھی ایک شخص کے نام کا اطلاق دوسرے شخص پر کیا جاتا ہے کیونکہ "اطلاق اسم الشیٔ علے مایشابہہٗ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جائز حسن" علم معانی و بیان کا مشہور مسئلہ ہے اس حدیث میں اسم مسیح ابن مریم پر ال بھی داخل ہے جو مولوی صاحبان کے لئے قابل غور ہے اور ہمارے نزدیک مسیح بن مریم محمدی کیطرف صریح اشارہ کر رہا ہے اور حدیث بخاری اماکم منکم و حدیث مسلم بروایت ابن عیینہ اماماً مقسطاً حکماً عدلاً و بروایت حضرت ابوہریرہ کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم فامکم اسکی موید ہیں اگر حدیث زیر بحث میں مسیح بن مریم سے مراد وہی مسیح ابن مریم لیا جائے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی اور جسکی نسبت قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ وفات پاگیا اور متوفی دوبارہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں آسکتا تو یہ حدیث قرآن شریف و احادیث صحیحہ نبویہ کے معارض ہونے کی وجہ سے موضوع سمجھی جائیگی اس لئے حدیث زیر بحث میں جس مسیح بن مریم کا ذکر ہے وہ مسیح بن مریم دوسرا ہے جو امت محمدیہ میں سے ہے بنی اسرائیل میں سے نہیں چنانچہ دونوں مسیحوں کے حلیوں میں بھی اختلاف ہے (۱) اسرائیلی مسیح جس کا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے احمر جعد عریض الصدر یعنی مسیح اسرائیلی سرخ رنگ گھونگریالے بال والا چوڑے سینہ والا۔ (۲) مسیح محمدی جس کا حلیہ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے ربعۃ آدم سبط الشعر یعنی مسیح محمدی مربع قد گندم رنگ والا سیدھے بالوں والا۔ پس جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ حدیث زیر بحث میں مسیح بن مریم محمدی مراد ہے تو اب حدیث کے الفاظ کے معنی اس مباحثہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے لہذا اس پر خامہ فرسائی غیر ضروری ہے تاہم بپاس خاطر جناب اس حدیث کے جملہ ینزل اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا ترجمہ عرض کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اس حدیث میں ینزل سے پہلے اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم ہے اور فینزل کے بعد عند المنارۃ البیضاء ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ ناگہاں اللہ تعالی مبعوث کریگا محمدی مسیح بن مریم کو پس وہ تشریف فرما ہوگا قریب ایک مقام نورانی سفید کے اور فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ کا ترجمہ یہ ہے کہ پس وہ

تھا کہ مسیح بن مریم دجال کو تلاش کرے گا۔ حتیٰ کہ اسکو باب لُد پر پائیگا پھر اسکو ہلاک کرے گا

اب تحریر ترجمہ کے بعد اس قدر گزارش اور ہے کہ اس حدیث میں مسیح و دجال کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ آنحضرت صلعم کا خواب یا کشف ہے اور خواب اور کشف کے امور تعبیر طلب ہوتے ہیں لہذا اُنکی تعبیر ایسی ہونی چاہیئے جو کتب تعبیر کے مطابق ہو اور قرآن شریف و احادیث صحیحہ کے معارض نہو مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ لفظ پرستی میں مبتلا ہوکر حقیقت سے بہت دُور جا پڑے ہیں اور باوجود اہل علم اور اہل عقل ہونے کے جس طرح خدا تعالےٰ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء و جوارح فرقہ مجسمہ کے طور پر بیان کرتے ہیں اُسی طرح اس حدیث کے معنی بیان کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے اور اسلام کو دشمنوں کے سامنے اپنی بے عقلی سے بدنام کرتے ہیں اور اس درجہ عقل کے دشمن ہیں کہ گویا زمرہ کا یعقلون میں داخل ہیں اور قیامت کے روز جو لوگ یہ کہینگے کہ لوکنا نسمعُ او نعقلُ ماکنّا فی اصحاب السعیر اُن میں شامل ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے ایسے مُلّانوں کے متعلق بالکل سچ فرمایا ہے۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۱۷۸ میں لکھا ہے۔ "جمعے کہ ناظر اند در علم حدیث بطریق ورّاقیہ نہ بطریق اجتہاد پس نخاد رشد ند بر جمع مختلفات حدیث و سقط اشلاہ ہر حدیث جدا از دیگرے فہمیدند و از استاذان تحقق معانی حدیث را نگرفتہ اند و خللے کہ ایشانرا پیش آمدہ نہ ہمیں یک مسئلہ است تنہا بلکہ در بسیارے از مسائل فقہ و کلام دست و پا گم کردہ اند و سوفسطائیہ ملت مصطفیہ گشتہ نہ تقلید سلف را محکم کردہ و نہ طریق اجتہاد و تحقیق را استوار نمودہ۔"

کلاغے تگ کبک در گوش کرد   تگ خویشتن ہم فراموش کرد

جناب مُلّا صاحب آپکی تحریر سے حضرت مسیح موعود کے نزول کی علت غائی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ حدیث نواس بن سمعان والے دجال کو جو کسی جزیرہ میں مقید بیان کیا جاتا ہے قتل کرے گا مگر صحیح مسلم ہی کی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دجال تو (اگر زندہ بھی تھا) فوت ہوئی مر گیا (۱) صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ کہا سنا میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے مہینہ بھر پہلے اپنی وفات سے کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئیگی اور بحز

خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا نفس نہیں جو پیدا ہو گیا ہو اور موجود ہو اور پھر آج سے سو برس اس پر گذرے اور وہ زندہ رہے اصل الفاظ یہ ہیں عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یموت بشہر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ یاتی علیہا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ (۲) اور دوسری حدیث صحیح مسلم کی یہ ہے وعن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ یعنی ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں آویگی سو برس اس حال میں کہ زمین پر کوئی شخص بھی آجکے لوگوں میں زندہ موجود ہو۔ پس حدیث مسلم میں دجال سے مراد شخص واحد نہیں بلکہ اسکی وحدت صنفی ہے لغت کی کتابوں میں لکھا ہے الدجالۃ فرقۃ عظیمۃ تحمل المتاع للتجارۃ۔ پھر مولوی صاحب آپ تو اس دجال کے خروج کے جو کسی جزیرہ میں مقید بیان کیا جاتا ہے منتظر بیٹھے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ابن صیاد کو مسیح دجال سمجھ بیٹھے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر کہا کہ الدجال یہی ہے یعنی مسیح دجال۔ ایسا ہی ابن عمرؓ نے کہا تھا پس ظاہر ہے کہ جو نقشہ آپ نے خروج دجال کا اپنے دل میں کھینچ رکھا ہے وہ غلط ہے غرض جب وہ دجال مر گیا اور جو نقشہ آپنے اسکے خروج کا اپنے دل میں کھینچ رکھا تھا وہ غلط نکلا تو آپکے خیالی مسیح کے نزول کا قصہ بھی غلط اور باطل ثابت ہو گیا۔

قال المللا۔ رہی یہ بات کہ عقل و مشاہدہ کے خلاف۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان والے قرآن و حدیث کو عقل و مشاہدہ سے رد نہیں کیا کرتے اہل جرمن تو ہوائی جہازوں میں کرہ ہوا کو طے کر کے اوپر اڑے اڑے پھرتے ہیں اور عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرشتے کے ہمراہ آسمان پر نہ بلا سکے اور خود مرزا غلام احمد معہ عبد اللہ خادم کے آسمان پر بلکہ ساتوں آسمانوں کو طے کر کے خاص عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس جا بیٹھے اگر کہو خواب میں گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قلم کی روشنائی مرزا جی کے کرتہ پر اور عبد اللہ کی ٹوپی پر کیسے پڑی اور تمام قادیانیوں کا اس پر ایمان ہے اور خوب سمجھ میں آگیا اگرچہ خلاف عقل و مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو اور اگر

مرزا جی کے خادم کے آسمان پر نہیں گئے تو کیا اللہ تعالیٰ خود قادیان آکر مرزا جی کے کرتہ پر اور عبداللہ کی ٹوپی پر اپنی قلم کی روشنائی کے چھینٹے ڈال گیا۔ نعوذ باللہ من ہذا الخیال۔ غرض مرزا جی جو کچھ کہیں یا کریں وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک سب صحیح ہے مگر عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے وغیرہ وغیرہ کیا اسی کو انصاف کہتے ہیں؟

اقول۔ یہ بات تو ہم احمدی بھی مانتے ہیں کہ جو بات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ نبویہ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو اسکو ایمان والے عقل و مشاہدہ سے رد نہیں کیا کرتے نہ انکو ایسا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ قرآن و حدیث صحیحہ سے جو بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو وہ عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی مگر دنیا میں ایسے لوگ بہت ہیں جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ نبویہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے عقل و مشاہدہ سے کام نہیں لیتے اور مخالفانِ اسلام کے سامنے اسلام کا نہایت نامعقول اور مکروہ نقشہ کھینچتے ہیں جس کا نتیجہ اسلام سے ارتداد ہوتا ہے میںنے اپنے سوال میں جو الفاظ عقل و مشاہدہ کے لکھے تھے وہ الفاظ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے بعد لکھے تھے جس کا مطلب صاف طور پر یہی ہے کہ ہم عقل اور مشاہدہ کو قرآن و حدیث کے تابع مانتے ہیں مگر باایں ہمہ عقل و مشاہدہ کی شرط کو دیکھ کر آپ اپنا غصہ ضبط نہ کرسکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عقل و مشاہدہ کو بیکار چیز خیال کرتے ہیں حالانکہ جب اللہ تعالےٰ نے انسان میں قوت عقلیہ اور قوت مشاہدہ پیدا کی ہیں تو یہ عبث اور بیکار نہیں ہوسکتیں۔ اسی لئے علمائے اسلام میں جو منقول اور معقول دونوں کے جامع ہوتے ہیں وہی معتبر اور معتمد سمجھے جاتے ہیں اور اسی بناء پر تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائے گی وہ موضوع تصور ہوگی اور فتح المغیث میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اس کو موضوع جانو۔ اُس کے راویوں کی جرح و تعدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جس حدیث میں ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدہ کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہو سکے یا اُسکے معنے رکیک و سخیف ہوں یا راوی ایسی

حدیث میں منفرد ہو جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو جس کے نقل کرنے کی بہت سے لوگوں کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جسکو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو عجالہ نافعہ در اصول حدیث) +

مولوی صاحب! آپ کا یہ خیال کہ احمدی لوگ مسیح کی حیات اور اُنکے صعود اور نزول بجسد عنصری کے عقیدہ کو محض عقل و مشاہدہ کی بنا پر نہیں مانتے یہ احمدیوں پر صریح اتہام اور نہایت شرمناک منصوبہ ہے۔ احمدیوں کو جو آپ کے اس عقیدہ سے انکار ہے وہ تعلیم قرآن و حدیث کی بنا پر ہے جسکی تائید میں عقل اور مشاہدہ بھی کمربستہ ہیں دیکھو کفار مکہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر تو آسمان پر چڑھ جائے اور وہاں سے ایک کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھ لیں تو ہم تجھ پر ایمان لے آئینگے مگر اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو آسمان پر نہیں چڑھایا بلکہ اُن کافروں کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت نازل فرمائی قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنی اے نبی ان کافروں سے کہدے کہ ایسا نہیں ہو سکتا میں تو ایک بشر رسول ہوں پس معلوم ہوا کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جا سکتا حضرت مسیح بھی بشر رسول تھے۔ وہ بھی آسمان پر نہیں جا سکتے تھے۔ معراج کا مسئلہ بھی اسی سے حل ہو جاتا ہے اور اس آیت کی تائید بخاری کی حدیث واستیقظ سے ہوتی ہے یعنی آنحضرتؐ معراج کے بعد بیدار ہو گئے۔ بوجوہ مذکورہ ظاہر ہے کہ جرمن والوں کے بیلونوں میں اُڑنے کی مثال احمدیوں کے مقابلہ میں کچھ مفید اور کارآمد نہیں۔ ہاں اگر یہ بات ثابت کر دکھائیں کہ جرمن والے بیلونوں میں اُڑ کر آسمان پر پہنچ جاتے اور حضرت عیسٰی سے ملاقات کر آتے ہیں تو البتہ ایسی شہادت قابل لحاظ ہو سکتی ہے ورنہ اس یاوہ گوئی سے تضیع اوقات کے سوائے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے البتہ چونکہ آپ لوگ حضرت مسیح کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آسمان سے اُترینگے اور عقل و مشاہدہ سے آپکو نفرت ہے دوسری طرف جرمن والے بیلونوں کے ذریعہ کرّہ ہوائی سے اوپر پہنچ کر پھر وہاں سے اتر

ہیں تو ایسی صورت میں مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ اپنی عقلمندی کی وجہ سے کہیں کسی بیلون سے اُترنے والے جرمنی کے دام عقیدت میں نہ پھنس جائیں۔ اور ایک راستباز کا انکار کر کے کسی کذاب کے حلقہ بگوش نہ ہو جائیں کیونکہ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سے انکار کیا انھوں نے مسیلمہ کذاب کی نبوت اور رسالت کو بے چون و چرا مان لیا۔ آپکی بیلون والی دلیل سے مجھے ایک پہلو سے اور بھی تعجب ہوتا ہے کہ آپ کبھی تو عقل و مشاہدہ کو حقیر سمجھ کر صرف قرآن و حدیث کی سند طلب کرتے ہیں سند بھی ایسی جس میں نہ تاویل سے غرض ہو نہ مطلب و معانی سے پھر خدا جانے کیا ہو مگر جب قرآن و حدیث سے حیات مسیح اور اُن کے صعود و نزول بجسد عنصری کی دلیل قطعی طلب کیجاتی ہے تو ایمان اور حدیث و قرآن کو بالائے طاق رکھ کر جرمن کے غبارہ بازوں کی تمثیل پیش کیجاتی ہے گویا یہ کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے یا بالفاظ دیگر مولوی صاحبان کی عقل عجیب کا کرشمہ ہے۔ یاایہا المجادلون لم تقولون ما لا تفعلون۔ آپ کا یہ اعتراض کہ احمدی لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب نبی قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اپنے خادم عبداللہ کے آسمان پر بجسم عنصری تشریف لے گئے بلکہ عرش پر جا بیٹھے مگر حضرت عیسیٰ کے متعلق ایسے اعتقاد کو عقل و مشاہدہ کے خلاف جانتے ہیں اس کا جواب میری رائے میں صرف اس قدر کافی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اگر ملا صاحب احمدیہ لٹریچر سے اس بات کو ثابت کر دیں تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مبلغ صہ بطور حق الخدمتہ کے ملا صاحب کی خدمت میں پیش کرونگا اور اُن کو قورمہ پلاؤ کی دعوت بھی دونگا۔ مومنو! کوئی خشک ملا جو خواب اور کشف کے کوچہ سے بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہے وہ اگر ایسے امور سے انکار کرے جو رویائے صادقہ اور کشوف صحیحہ سے تعلق رکھتے ہیں تو معذور ہے ؎ چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔ مثل مشہور ہے۔

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کو خواب میں دیکھا مینے اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار

سب عبادتوں میں سے کونسی افضل ہے۔ اور تیری جناب میں بہت نزدیک کرنیوالا کونسا طریق ہے فرمایا تلاوت قرآن مجید کی۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو سو بار خواب میں دیکھا اور ابن سیرین اکابر تابعین سے ہیں اور علمائے تعبیر خواب کے پیشوا ہیں کہتے ہیں کہ جو کوئی حق تعالےٰ کو خواب میں دیکھے تعبیر اسکی یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہو اور غم سے نجات پاوے۔ درحقیقت یہ مشاہدہ قلبی ہے" تکمیل الایمان مترجم مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی صفحہ ۱۵۔ اور امور مشابہہ کا عالم ناسوت میں مشہود ہونا کتب تصوف میں مذکور ہے من شاء فلیرجع الیہا۔ چونکہ یہاں بحث دو سوالوں میں محدود ہے اس لئے اس بارہ میں مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں تاکہ خلط مبحث ہو۔

قال المُلّا۔ جواب نمبر ۲۔ لفظ توفی جب باب تفعل سے ہو اور اللہ تعالےٰ فاعل اور انسان مفعول ہو تو صرف قبض رُوح کے معنوں میں آتا ہے کاش مختار صاحب اس قاعدہ کے لئے کوئی آیت یا حدیث لکھدیتے۔ یا مجھے ہی کوئی آیت یا حدیث بالکل ان ہی الفاظ کے ساتھ ملجاتی جو مختار صاحب نے لکھے ہیں یعنی لفظ توفی جو صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف کا ہے اور اللہ تعالےٰ فاعل اور عیسٰی علیہ السلام مفعول ہوئے ہوں جن کا مجموعہ قرآن کے اندر یہ ہوتا ان اللہ توفی عیسٰی ابن مریم یا یوں ہوتا۔ و توفی اللہ عیسٰی بن مریم علی ھذا۔ اسی طرح حدیث میں یہ الفاظ آجاتے تو پھر بخدا مجھے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات میں کچھ شبہ نہ رہتا جس کے صاف یہ معنی ہوتے کہ تحقیق اللہ نے وفات دی دید عیسٰی ابن مریم کو یا یہ اور وفات دی اللہ تعالےٰ نے عیسٰے ابن مریم علیہ السلام کو اور جب تک یہ الفاظ قرآن حدیث سے ثابت نہ ہوں اس وقت تک لفظ یتوفی جو مضارع کا صیغہ ہے یا لفظ متوفی جو اسم فاعل کا صیغہ ہے ان سے عیسٰی علیہ السلام کی وفات کا ہو جانا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دونوں صیغوں سے آیندہ زمانہ میں وفات اور رفع کی خبر ہے اور انکی وفات کے ہم بھی قائل ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ایک وقت میں وفات ضرور ہوگی مگر ہو جانا ثابت نہیں ہوتا تو براہ کرم اگر یہی الفاظ قرآن یا حدیث میں آپ کو یاد ہوں تو مجھے ضرور بتا دیئے جائیں تاکہ انشاء اللہ تعالےٰ میں بھی اپنا عقیدہ یہ کرلوں کہ عیسٰی علیہ السلام نے

لئے دونوں طرح کے الفاظ آئے ہیں یعنی نمیمت بھی آیا ہے اور قد مات بھی آیا ہے یعنی
حیات اور ممات دونوں ثابت ہوجاتی تو گویا اختلاف کی صورت رہتی اور کسی کا قول اور خیال
میں مانگتا نہیں ہوں کیونکہ قول اور خیال تو میں بھی بہت پیش کر سکتا ہوں مجھے صرف
قرآن و حدیث چاہیئے الغرض قرآن میں توفی اللہ عیسیٰ یا توفیت عیسیٰ یا توفینا عیسیٰ
یہ الفاظ دکھلایئے جس سے وفات ہوجانا ثابت ہوجاوے +

اقول - ہر صحیح الحواس انسان ادنیٰ تامل سے معلوم کر سکتا ہے کہ خدا اور رسول
کا کلام جو عربی زبان میں ہے اور قیامت تک دنیا کی تمام اقوام کے لئے الٰہی دستورالعمل
اور مدار نجات ہے اس کا اصل مطلب سمجھنے کے لئے عربی زبان کا اچھی طرح جاننا ضروری
ہے اور عربی زبان کے اچھی طرح جاننے کے لئے اُن علوم کا حاصل کرنا مقدم ہے جس سے
انسان عربی زبان کو اچھی طرح سمجھ سکے پھر چونکہ قرآن و حدیث میں لغات عرب اور محاورات
عرب بھی ہیں اس لئے لغات عرب اور محاورات عرب کا جاننا بھی ضروری ہے پس اگر قرآن
و حدیث کے کسی لفظ کے لغوی یا اصطلاحی معنوں میں یا کسی محاورہ عربیہ کے مفہوم میں تنازع
ہو تو اُس لفظ کے لغوی یا اصطلاحی معنی یا محاورہ کا مطلب معلوم کرنے کے لئے سوا
اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم لغت عرب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور جس لفظ کے
معنے یا جس محاورہ کے متعلق طالبان حق کے درمیان نزاع ہے اُس کے فیصلہ کے لئے
لغت و محاورات عرب سے سند لیں اور اگر اُس لفظ کے معنے خدا و رسول کی اصطلاح
میں کچھ قرار دے لئے گئے ہیں تو اُس اصطلاح کا علم حاصل کریں اور اس طرح جو لفظ
قرآن و حدیث میں لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اُس لفظ کے وہی لغوی معنی ذہن
میں محفوظ رکھیں اور اُسی کے مطابق قرآن و حدیث کا ترجمہ اور مطلب بیان کریں اور جو لفظ
بطور اصطلاح شرعی قرآن و حدیث میں استعمال کیا گیا ہے اُس لفظ کے معنی اسی اصطلاح
کے مطابق بیان کریں یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں کہ ان کے لئے کسی آیت یا حدیث کی سند
کی ضرورت نہیں اور اگر ملا صاحب کے نزدیک ضرورت ہے تو وہ قرآن و حدیث کا اصل
مطلب سمجھنے کے لئے خود کوئی قاعدہ بیان کریں اور اسکی سند آیت و حدیث سے پیش

کریں جسے وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے پس مناسب یہ ہے کہ ملا صاحب ایسی بدیہی باتوں کے انکار سے تلت مصطفیہ کے سوفسطائی نہ بنیں۔ اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ لفظ متوفی جو آیہ کریمہ انی متوفیک میں اور لفظ توفیت جو آیہ کریمہ فلما توفیتنی میں حضرت مسیح کے حق میں استعمال ہوئے ان کے معنے لغت عرب یا اصطلاح شریعت سے معلوم کرنا ہیں۔ غیر احمدی مولوی صاحب کہتے ہیں کہ لفظ متوفیک کے معنی ہیں رُوح اور جسم دونوں کا قبض کرنیوالا ہوں اور ہم احمدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں وفات دینے والا ہوں یعنی صرف رُوح قبض کرنیوالا ہوں رُوح اور جسم دونوں نہیں۔ اب لغت عرب سے سند درکار ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اس سند سے احمدیوں کی تصدیق ہوتی ہے یا غیر احمدیوں کی۔ پس واضح ہو کہ لغت عرب کی مشہور کتابوں میں توفی کے معنے حسب ذیل لکھے ہیں

(۱) منتہی الارب جلد ۴ صفحہ ۴۳۵ توفی میرانیدن یقال توفی اللہ تعالیٰ اے قبض رُوح۔ (۲) اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۴۶۷۔ توفی۔ توفی اللہ زیداً قبض روحہ توفی فلان مجھولا قبضت روحہ ومات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّی۔ (۳) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴ توفی فلان اذا مات (۴) لسان العرب جلد ۲۰ صفحہ ۲۸۰ وتوفی فلان وتوفاہ اللہ اذا قبض نفسہ وفی الصحاح اذا قبض روحہ (۵) صراح جلد ۲ صفحہ ۵۳۰ توفاہ اللہ اے قبض روحہ (۶) مفردات امام راغب اصفہانی میں لکھا ہے۔ قد عبر عن النوم والموت بالتوفی وقال اللہ تعالیٰ توفتہ رسلنا وتوفنا مع الابرار۔ یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی قال ابن عباس موت لانہ امات۔ یعنی توفی کے معنے نیند اور موت کے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہمارے فرشتے اس کو مارتے ہیں یا قبض رُوح کرتے ہیں ہمیں نیکوں کے ساتھ مار اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں۔ اور ابن عباس نے بھی کہا ہے توفی کے معنے موت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مار دیا تھا۔

قرآن شریف میں اور احادیث صحیحہ میں جہاں تک اس لفظ کے معنی کی تلاش کی جاتی ہے تو ان سب مقامات میں جہاں اللہ تعالیٰ فاعل اور کوئی انسان مفعول بہ ہے

اس لفظ کے معنی صرف قبض روح کے ثابت ہوتے ہیں خواہ وہ حقیقی معنے موت کے لئے ہو یا مجازی معنی نیند کے لئے کسی جگہ قبض روح اور جسم دونوں کے معنی میں نہیں آیا۔ اور شریعت محمدیہ کی اصطلاح میں بھی توفی کے معنی یہی ثابت ہوتے ہیں جو اس کے خلاف دعویٰ کرے بار ثبوت اُس کے ذمہ ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ولا کان من الکاذبین۔ پس احمدی حق پر ہیں اور غیر احمدی باطل پر۔ افسوس مولوی صاحبان لغت عرب اور قرآن وحدیث کے خلاف خدا و رسول کے کلام میں تحریف معنوی کے مرتکب ہو کر عیسائیت کی تائید کرتے اور اسلام کو نقصان عظیم پہنچاتے ہیں ھداھم اللہ۔ ملا صاحب آپ نے جو یہ قاعدہ ایجاد فرمایا ہے کہ اگر قرآن میں ان اللہ توفی عیسیٰ ابن مریم ہوتا۔ یا توفی اللہ عیسیٰ ابن مریم ہوتا۔ تو میں انکی وفات میں شبہ نہ کرتا مان لیتا یہ قاعدہ آپ کو کسی آیت یا حدیث میں لکھا ہوا ملا ہے یا ایجاد بندہ اگرچہ گندہ کی قسم سے ہے؟ حضرت! خداوند تعالےٰ کسی کا محکوم نہیں اُسے اختیار ہے کہ جس پیرایہ میں وہ چاہے کسی واقعہ کو بیان کرے مومن کا فرض ہے کہ خداوند تعالےٰ نے جس واقعہ کو اپنے کلام پاک میں بیان کیا ہو خواہ کسی پیرایہ میں بیان کیا ہو اُس کو تسلیم کرے اور اسی طریقہ پر حدیث نبوی کی پابندی کرے۔ پس جب قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے خواہ وہ آپ کے پیرایہ مجوزہ کے مطابق ہو یا نہ ہو ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ آپ اُسے تسلیم کریں ورنہ دعویٰ اتباع قرآن وحدیث سے دست بردار ہوں۔ آپ کے اس قاعدہ مستحدثہ کی بنا پر یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال تک جسقدر انبیاء و غیر انبیاء دنیا میں وفات پا چکے تھے کوئی شخص انکی حیات کا بھی مدعی ہو سکتا ہے اور مطالبہ دلیل کے وقت ملا صاحب کی طرح ان لوگوں میں سے ہر ایک کا کوئی اصلی یا فرضی نام پیش کر کے کہہ سکتا ہے کہ اگر قرآن میں ان اللہ توفی فلانا ہوتا یا توفی اللہ فلانا ہوتا تو میں اُسکی وفات میں شبہ نہ کرتا مان لیتا۔ علاوہ بریں مجھے یہ بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر بفرض محال حضرت عیسیٰ زندہ بجسم عنصری آسمان سے تشریف لائیں اور

ملا صاحب اُن کو اپنی آنکھوں کے سامنے وفات پاتے ہوئے دیکھ لیں تو بھی ملا صاحب اُنکی وفات کے معتقد نہیں ہو سکتے کیوں؟ اس لئے کہ اُن کو عقل اور مشاہدہ سے نفرت ہے اور اُن کے قاعدہ کے مطابق قرآن میں یا حدیث میں ان اللہ توفی عیسیٰ ابن مریم یا توفی اللہ عیسےٰ بن مریم تو موجود ہی نہیں وھل ھذا الا وھم قبیح وخبط صریح فنعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول +

واضح ہو کہ موت انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ آنحضرت کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخلدون (سورہ انبیاء پ۱۷) یعنی نہیں بنایا ہم نے کسی بشر کے لئے تجھ سے پہلے خلد یعنی ایک حالت پر رہنا پس کیا اگر تو مر جائے تو وہ خلد یعنی طبعی عمر سے زیادہ مدت تک زندہ رہنے والے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی بشر کے لئے خلد نہیں بنایا بلکہ ہر بشر کئی قسم کے تغیرات میں مبتلا رہتا ہے بچپن جوانی بڑھاپے کے علاوہ استحالات غذائیہ وغیرہ کا شکار بنتا ہے اور آخر موت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر دُنیائے فانی سے گذر جاتا ہے پس حضرت مسیح جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل ہو چکے وہ بھی اس الٰہی قانون سے ہرگز باہر نہ تھے۔ حضرت مسیح کی وفات پر اگر کوئی اور شہادت نہ ہو تو یہی ایک شہادت کافی ہے جب تک کسی قطعی دلیل سے اُن کا اس قانون الٰہی سے مستثنےٰ ہونا ثابت نہ کیا جائے استثنا کا بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے جو استثنا کا مدعی ہو اور دلیل اسی پایہ کی ہونی چاہیئے جس پایہ کی دلیل سے قانون مذکور ثابت ہے مگر کیا دُنیا میں کوئی ایسا شخص ہے جو حضرت مسیح کا اس قانون الٰہی سے مستثنےٰ ہونا بطریق مذکورہ بالا ثابت کر دے۔ واقعات شہادت دے رہے ہیں اور دیں گے کہ کوئی نہیں +

قال المُلّا اب رہی یہ بات کہ آیت فلما توفیتنی کو آپ یہ کہہ کر پیش نہیں کر سکتے کہ ماضی کا صیغہ تو یہ بھی ہے اس سے کام نہیں چلے گا کیونکہ یہ موقعہ قیامت میں ہو گا بجھے صرف توفی جو آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور واحد مذکر غائب

ماضی معروف اور اللہ فاعل ہو اور عیسیٰ علیہ السلام مفعول ہوں لفظاً یا ضمیراً بس
دکھلا دیجئے جیسے آیہ بل رفعہ الیہ رفعت ثابت ہے رفع صیغہ واحد مذکر غائب اور
اللہ فاعل عیسیٰ علیہ السلام ضمیراً مفعول ہیں پس اگر قرآن میں رفعہ اللہ الیہ نہ آتا
تو مثل وفات کے رفعت کے بھی ہم منتظر رہتے کیونکہ لفظ متوفی اور لفظ رافع
دونوں ایک ہی آیت میں واقع ہیں اور دونوں اسم فاعل ہیں اور دونوں آیندہ زمانہ
میں امر وقوع کی خبر دے رہے ہیں تو رافع کی خبر لفظ بل رفعہ اللہ الیہ سے پوری
ہوگئی مگر متوفی کی خبر لفظ توفی کے نہ آنے سے پوری نہیں ہوئی اور لفظ توفی جو ان
الذین توفیھم الملائکۃ ظالمی انفسھم الخ میں جو واحد غائب ماضی معروف
ہے سو اس میں فاعل فرشتے ہیں نہ کہ اللہ۔ اور نہ اس آیت کے ماضی کے معنے ہیں بلکہ
مضارع یا مستقبل کے معنے ہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین والا من الکاذبین
فقط والسلام خیر ختام کبیر احمد بقلم خود۔ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء

قول۔ آپ ہمارے سوال نمبر ۲ کا جواب کچھ بھی نہ دے سکے۔ قرآن۔ حدیث۔
لغت سے آپ نے کوئی سند ایسی پیش نہیں کی جس سے بحالت مذکرہ سوال لفظ توفی
کے معنی قبض روح مع الجسم ثابت ہوں بمقتضائے حق پسندی یہ تھا کہ آپ اس
بات کا اقرار کرتے کہ بیشک لفظ توفی کے معنی صرف قبض روح کے ہیں۔ قبض مع
الجسم کے نہیں کیا ہم امید رکھیں کہ آیندہ آپ اقرار کر لینگے۔ اب رہی یہ بحث کہ آیت
فلما توفیتنی کے معنے کیا ہیں پس واضح ہو کہ پوری آیت سورہ مائدہ آخری رکوع
میں حسب ذیل ہے۔ واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس
اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحٰنک مایکون لی ان اقول
مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی
نفسک انک انت علام الغیوب ہ ماقلت لھم الا ما امرتنی بہ ان
اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیء شھید یعنی اور جب کہا اللہ

نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بناؤ تو عیسیٰ نے جواب دیا (عالم برزخ میں) کہ تو پاک ہے میں وہ بات کیسے کہہ سکتا تھا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے بھی علم ہوتا تو میرے دل کے بھید کو اچھی طرح جانتا ہے اور میں تیرے مخفی بھید کا علم نہیں رکھتا۔ تحقیق تو ہی غیب کی باتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے میں نے تو اُن سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور میں انپر نگران تھا جب تک کہ ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو میری وفات کے بعد پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔

اب اس آیت پر غور کرنے سے حضرت مسیح کی وفات قطعاً و یقیناً ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسیح سے یہ سوال کیا کہ آیا عیسائیوں کو تثلیث کی تعلیم تم نے دی ہے؟ تو حضرت مسیح نے یہ جواب دیا کہ اے خدائے علیم میں نے تو انھیں توحید کی تعلیم دی تھی اور میں جب تک اُن میں رہا اُنکی نگرانی کرتا رہا جب تو نے مجھے وفات دیدی تو مجھے خبر نہیں کہ اُنکی حالت کیا ہوئی۔ اب اگر مولوی صاحبان للہ اس آیت میں ٹھنڈے دل سے غور کریں اور انصاف سے کام لیں تو انپر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک فوت ہو گئے کیونکہ وہ اپنی وفات کو عیسائیوں میں تثلیث پھیلنے سے قبل بتاتے ہیں اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ عیسائیوں میں تثلیث کی تعلیم تقریباً سترہ اٹھارہ صدیوں سے چلی آتی ہے پس کیا شک ہے کہ حضرت مسیح وفات پا گئے اور یہ عقیدہ کہ وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں آیندہ کسی زمانہ میں آسمان سے اُتر کر تقریباً چالیس برس تک زمین پر ٹھہرینگے اور دجال کو قتل کرینگے سراسر لغو و باطل ہے کیونکہ وہ ایسی صورت میں تثلیث سے بے خبر نہیں ہو سکتے اور ایک نبی خدا کے روبرو اور قیامت کے دن کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے۔ ملا صاحب کا خیال ہے کہ آیہ فلما توفیتنی میں توفیتنی اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے مگر یہ موقعہ قیامت کو ہوگا۔ گو ملا صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں

کی لیکن ہم مانتے ہیں کہ یہ موقع قیامت میں ہوگا اور حضرت مسیح جو ابدہی کے طور پر خدا
کے روبرو قیامت میں فرمائینگے۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی ان اعبدوا اللہ
ربی وربکم وکنت علیھم شھیدًا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت
الرقیب علیھم وانت علی کل شی شھید۔ پھر بھی ہمارا استدلال بدستور قائم ہے۔
اس موقع پر امام بخاری رحمۃ اللہ کا میں نہایت شکر گذار ہوں کہ انھوں نے
اپنی صحیح میں آیہ فلما توفیتنی کی تفسیر خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثابت کردی ہے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان جو اس آیہ کی تفسیر کے متعلق
تنازع برپا ہے اُس تنازع کا قطعی فیصلہ کردیا ہے۔ اب اگر اہلحدیث اسبات کو رد
کریں جو قرآن شریف اور حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے تو پھر وہ یاد رکھیں کہ ایکدن
مرنا ہے اور خدا کو منہ دکھانا ہے بھائیو! جب قیامت میں یہ آیت و حدیث تمہارے
مقابلہ میں پیش ہوگی تو کیا جواب دوگے۔ اس لئے خدا سے ڈرو انصاف سے کام لو اور
حق کے قبول کرنے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ خدا تمہیں ہدایت دے
آمین۔ دیکھو تم اہلحدیث ہو اور تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور قرآن
و حدیث کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے پس تم کسی مولوی مُلّا کو اپنا رب نہ بناؤ اور
جس بات کی سند وہ قرآن و حدیث سے نہ دے سکے اُس بات کو ہرگز نہ مانو۔ اب ادھر
متوجہ ہوکر فلما توفیتنی کے متعلق امام بخاریؒ کا فیصلہ حدیث نبوی کی بنا پر سنو۔ بخاری
مطبوعہ مصر (جو میرے پاس موجود ہے اور آپ لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں) جلد ۳ صفحہ ۸۶
کتاب التفسیر سورہ مائدہ میں لکھا ہے "باب وکنت علیھم شھیدًا مادمت فیھم
فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیٍٔ شھید پھر پوری
سند لکھکر ابن عباسؓ سے آیہ مذکورہ کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے خطب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ..... ثم قال الا وان اول الخلائق
یوم القیامۃ ..... وانہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال
فاقول یارب اصیحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما

قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھٰؤلاء لم یزالو مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم - ترجمہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ فرمایا پھر (اُس خطبہ میں) فرمایا کہ قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے آگ کیطرف لائے جائینگے تب میں کہونگا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جاوے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے سو اُس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے (جبکہ اُس کو پوچھا گیا تھا کہ کیا تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا) اور وہ بات جو میں ابن مریم کی طرح کہونگا۔ یہ ہے کہ میں جب تک ان میں تھا ان پر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو اُس وقت تو تو ہی ان کا نگہبان اور محافظ تھا۔ پس کہا جائے گا کہ تیری وفات کے وقت سے یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ سو سنو! اب دیکھ لو کہ آیہ فلمّا توفیتنی کی تفسیر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کس قدر واضح اور صاف طور پر حضرت مسیح کے واقعہ کو اپنے واقعہ کے ہمرنگ اور مانند قرار دے کر فرمادی ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جس طرح حضرت مسیح کی وفات کے بعد انکی اُمت میں سے لوگ بگڑ گئے اور انھوں نے ایک خدا کے تین خدا بنا لئے اُسی طرح میری وفات کے بعد میری امّت میں سے کچھ لوگ دین سے پھر جائیں گے۔ پس جب حضرت مسیح ابن مریم کی وفات قرآن و حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہوگئی تو اب اس کے خلاف کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فبایّ حدیث بعدہ یومنون۔ فاتقوا اللہ واتقوا اللہ یا معشر العلماء والعقلاء الیس منکم رجل رشید۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

۲۸۔ ستمبر ۱۹۱۸ء

۴۸۶

پیدائیش رُوح کے بارے میں حضرت مسیح موعود کا مذہب

نوشتہ جلال الدین سیکھوانی (مولوی فاضل)

ایک صاحب نے دو اعتراض کیئے ہیں جنمیں سے پہلا یہ ہے کہ مرزا صاحب (سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ایڈیٹر) کے نزدیک روح مادہ پیدا ہوتی ہے حالانکہ ازروئے عقل و نقل ثابت ہے کہ رُوح ایک علیحدہ شے ہے۔ رُوح کے وجود پر عقلی دلیل چاہیئے تو حجۃ اللہ البالغہ کو مطالعہ فرمائیں اس سے آپ پر ظاہر ہو جائے گا کہ رُوح ایک اور عالم کی شے ہے اور احادیث میں آیا ہے۔ (۱) خلق عالم سے دو ہزار برس پہلے رُوح کا وجود ہوا۔ (۲) حدیث جنود مجندہ (۳) قصہ میثاق (۴) کنت نبیا وادم بین الماء والطین (۵) ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ (۶) آیت نفخت فیہ من روحی ظاہر ہے کہ رُوح منفوخ فیہ سے ایک جداگانہ شے ہے پھر یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شیخ مجدد الف ثانی اور امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی پر متفق ہیں اور تمام ارباب باطن سب رُوح کے مقدمہ میں شریعت کے موافق ہیں پھر اس بات پر تو سب علماء سلف متفق ہیں۔ کہ رُوح ایک جداگانہ شے ہے دنیوی مادہ سے پیدا نہیں ہوتی اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ رُوح دنیوی مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انتہی بالخلاصہ +

الجواب۔ حضرت مسیح موعود کا یہ بالکل عقیدہ نہیں کہ رُوح مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ پر لازم ہے کہ حضرت صاحب کی جس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح مادی چیز ہے اسے تحریر کرتے۔ کیونکہ اس کے خلاف آپؑ رُوح کو غیر مادی چیز مانتے ہیں اور جہاں آپ نے یسئلونک عن الروح کی تفسیر لکھی ہے تو اس جگہ آپ نے خدا تعالےٰ کی پیدایش کے دو طریق لکھے ہیں۔ ایک پیدایش خو خدا تعالیٰ کی خلق کہلاتی ہے۔ اور وہ اس چیز کا بنانا ہے کہ جس کا مادہ پہلے موجود ہو مثلاً حضرت آدم کا بنانا۔

اور دوسری خلق بغیر مادہ کے ہے۔ اس خلق کا نام امر ہے جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے

الا له الخلق والامر فتبارك الله احسن الخالقين تو رُوح مخلوق اور حادث

ہے لیکن ہے صفت امر کے ماتحت یعنی بغیر مادہ کے پیدا ہوئی ہے اور اس کے متعلق

شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

الابداع - ایجاد شیٔ لامن شیٔ فیخرج الشی من کتم العدم بغیر مادۃ

اور اسی کا نام خدا تعالےٰ نے صفت امر رکھا ہے +

الخلق - هو ایجاد الشیٔ من شی کما خلق ادم من التراب (الحجۃ البالغہ

جزو اول صہ ۹ +

اب ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود کا عقیدہ جو رُوح کے متعلق آپ نے جلسۂ

اعظم مذاہب لاہور میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں جس سے ناظرین پر روز روشن کی طرح

ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود رُوح کو مادی نہیں مانتے آپ فرماتے ہیں :-

غور سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی ماں جسم ہی ہے حالانکہ عورتوں کے پیٹ

میں رُوح کبھی اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور

پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشو و نما سے چمکتا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا پاک کلام ہمیں

سمجھاتا ہے کہ رُوح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نطفہ سے رحم

میں تیار ہوتی ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ثم انشأنا خلقاً اخر

فتبارك الله احسن الخالقين - یعنی پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا

ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک اور اسکی خلقت ظاہر کرتے

ہیں جو رُوح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق

ہے جو کوئی اس کے برابر نہیں یہ نور رُوح بھی ہے اور حضرت مسیح موعود اسکو بھی مادی

نہیں مانتے بلکہ فرماتے ہیں کہ جسم اسکی ماں ہے کہ جس طرح ماں کے بچہ پرورش پاتا

ہے اسی طرح رُوح بھی جسم میں نشو و نما پاتی ہے پھر آگے چلکر حضرت صاحب فرماتے

ہیں "کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ رُوح ایک لطیف نور ہے جو اس

جسم کے اندر سے ہی پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونیسے مُراد یہ ہے کہ اوّل مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتدائی اس کا خمیر نطفہ میں ہی موجود ہوتا ہے بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اس کے اذن اور اسکی مشیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایک ایسی جزو ہے جیسا کہ جسم جسم کی جزو ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ رُوح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی اتفاق سے نطفہ کے ساتھ ملکر رحم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ٹھیر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل پر ٹھیراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑ جاتے ہیں میلے کپڑوں میں صدہا جوئیں پڑ جاتی ہیں انسان کے پیٹ میں بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اُترتے کسی کو دکھائی دیتے ہیں سو صحیح بات یہ ہے کہ رُوح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اس کا مخلوق ہونا بھی ثابت ہے اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ البالغہ صلا میں تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان الروح اول ما یدرک حقیقتہا انہا مبدأ الحیاۃ فی الحیوان وانہ یکون حیاً بنفخ الروح فیہ ویکون میتاً بمفارقتہا منہ ثم اذا امعن فی التامل ینجلی ان فی البدن بخاراً لطیفاً متولداً فی القلب من خلاصۃ الاخلاط یحمل القوی الحساسۃ والمحرکۃ والمدبرۃ للغذاء علی ما یجری فیہ حکم الطب وتکشف التجربۃ ان لکل من احوال ہذا البخار من رقتہ وغلظہ وصفائہ وکدرتہ اثراً خاصاً فی القوی والافاعیل المنبعثۃ من تلک القوی وان الآفۃ الطارئۃ علی کل عضو وعلی تولید البخار المناسب لہ تفسد ہذا البخار وتشوش افاعیل وینلزم تکونہ الحیاۃ و

نحلله الموت فهو الروح في اول النظر والطبقة السفلى عن الروح في النظر الممعن
ومثاله في البدن كمثل ماء الورد في الورد وكمثل النار في الفحم ثم اذا امعن في
النظر ايضا انجلى ان هذا الروح مطية للروح الخفيفة ومادة لتعلقها۔ ترجمہ
جان لے کہ روح کی حقیقت کا اولاً ادراک یہ ہے کہ وہ حیوان میں مبداء حیاۃ کا ہے
اور یہ کہ وہ حی ہوتا ہے نفخ رُوح کے ساتھ اس میں اور اسکی مفارقت سے حیوان مردہ
ہوتا ہے پھر جب غور سے دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ بدن میں ایک لطیف
بخار ہے جو کہ قلب میں متولد ہوتا ہے خلاصہ اخلاط سے جو کہ قویٰ حساسہ محرکہ اور مدبرہ
للغذا کا حامل ہے پھر لکھتے ہیں۔ پس اوّل نظر میں وہ رُوح ہے اور نظر ممعن میں
طبقہ سفلی ہے رُوح کا اور اسکی مثال بدن میں ایسی ہے جیسے گلاب کا پانی گلاب کے
پھول میں اور مثل آگ کے کوئلہ میں۔ پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح
سواری ہے رُوح حقیقتہ کے لئے اور مادہ ہے اسکے تعلق کے لئے پھر امام غزالی
نے اپنی کتاب المضنون بہ علیٰ اھلہ میں رُوح کی یہ تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک جسم
لطیف ہے اخلاط کے بخار سے مرکب اور اس کا منبع دل ہے اور اس میں قوائے
نفسانی و حیوانی دونو ہیں اور اسی سے قوت حساسہ اور اعضاء کی حرکت حاصل

ہوتی ہے ؛

پھر حضرت مسیح موعودؑ روح ملکی کے متعلق فرماتے ہیں " انسان کے جسمانی
اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا کے لئے اور اسکی راہ میں ظاہر ہونے
شروع ہوں تو ان سے بھی یہی الٰہی فلسفہ متعلق ہے یعنی ان مخلصانہ اعمال میں بھی
ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی اور جیسے جیسے ان
اعمال کا قالب تیار ہوتا ہے وہ رُوح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ قول پورا تیار
ہو چکتا ہے تو یک دفعہ وہ رُوح اپنی کامل تجلّی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی
رُوحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو
جاتی ہے جبھی کہ اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے معاً بجلی کی طرح ایک چیز اپنے

اندر سے اپنی کھلی کھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ ہے جسکی نسبت خدا تعالےٰ نے مثالی طور پر قرآن شریف میں فرمایا ہے فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین یعنی جب اس کا قالب بنا لیا اور تجلیات کے تمام مظاہر درست کر لئے اور اپنی رُوح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اس کے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں وہ رُوح چمک اُٹھتی ہے جسکو خدا تعالےٰ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کے فنا کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے اس لئے الٰہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی بھڑک اُٹھتی ہے پھر آپ فرماتے ہیں۔ جس قادر مطلق نے رُوح کو قدرت کاملہ کے ساتھ جسم میں سے ہی نکالا ہے اس کا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی دوسری پیدائش کو جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لادے رُوح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقوف ہیں جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں رُوح بھی پیچھے پیچھے بالضرور ساتھ ہی کھینچی چلی آتی ہے۔

پس اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک رُوح مادی چیز نہیں تو اب وہ احادیث جنکو آپ نے رُوح کے ابدان سے پہلے موجود ہونے پر دلائل قرار دیا ہے صحیح نہیں پہلی حدیث کہ رُوح دو ہزار سال قبل ابدان کے بنی ہے اس کے متعلق کتاب الروح مصنفہ امام ابن قیم صـ۲۷۵ میں لکھا ہے۔ واما حدیث خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام فلا یصح اسناده ففیه عتبة بن السکن قال الدارقطنی متروك وارطاة بن المنذر قال ابن عدی بعض احادیثه غلط۔ ترجمہ۔ یہ حدیث کہ ارواح اجساد سے دو ہزار برس پہلے پیدا ہوئے ہیں اس کی اسناد صحیح نہیں اس میں عتبۃ ابن السکن ہے دارقطنی نے کہا ہے کہ متروک ہے اور اس میں ارطاۃ بن المنذر ہے ابن عدی نے کہا ہے کہ اسکی بعض احادیث غلط ہیں۔ (۲) اور حدیث جنود مجندہ سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پہلے بنے ہوئے ہیں بلکہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اتنا ہی کہ ارواح مخلوق

ہیں جیسے کتاب الروح صـ۲۳۷ میں لکھا ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ایتلف وما تناکر منھا اختلف والجنود المجندۃ لا تکون الا مخلوقۃ

۳۔ اور میثاق اگر ان ارواح سے جو پہلے موجود تھے ان سے لیا گیا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ میں نے خدا کے سامنے کوئی اقرار کیا ہوا ہے بلکہ اس کے معنے یہی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ اور وہ فطرۃ فطرۃ اللّٰہ الّتی فطر الناس علیھا۔ اسلام ہے اور وہ میثاق وہ ہے جو کہ ہر ایک کے دل میں مرکوز ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ کہ صحیفہ فطرت اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہر ایک چیز کا رب ہے۔ ۴۔ اور حدیث کنت نبیا وادم بین الماء والطین تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں نبی تھے تو اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ارواح ابدان سے پہلے موجود ہیں پس آپ نے جو احادیث پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ارواح ابدان سے پہلے موجود ہیں ؛

۵۔ ایسا ہی آیت نفخت فیہ من روحی سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ روح ان کے بدن سے پہلے پیدا شدہ تھی جیسا کہ کتاب الروح مصنفہ امام ابن قیم صـ۲۷۷ میں لکھا ہے والقراٰن والحدیث والآثار تدلّ علی انہ سبحانہ نفخ فیہ من روحہ بعد خلق جسدہ فمن تلک النفخۃ حدث فیہ الروح ولو کانت روحہ مخلوقۃ قبل بدنہ مع جملۃ ارواح ذریتہ لما عجبت الملائکۃ من خلقہ۔ ترجمہ۔ یعنی قرآن اور حدیث اور آثار تمام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدم میں اس کے جسد کی خلق کے بعد رُوح پھونکی۔ پس اس نفخہ یعنی پھونکنے سے اس میں رُوح پیدا ہوئی اور اگر اسکی رُوح مع جملہ ارواح اسکی ذریت کے اس کے بدن سے پہلے مخلوق ہوتی تو فرشتے اس کی خلق سے تعجب نہ کرتے پھر صـ۲۸ میں لکھا ہے ان خلق ابن ادم یجمع فی بطن امہ اربعین یوماً نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذالک ثم

یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یرسل الیہ الملک فینفخ فیہ الروح فالملک وحدہ یرسل الیہ فینفخ فیہ فاذا نفخ فیہ کان ذلک سبب حدوث الروح لم یقل یرسل الملک الیہ بالروح فیدخلہا فی بدنہ وانما ارسل الیہ الملک فاحدث فیہ الروح بنفخۃ فیہ۔ ترجمہ۔ کہ ابن آدم کی پیدائش کا طریق یہ ہے کہ پہلے چالیس دن اپنی ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے۔ پھر چالیس دن علقہ پھر چالیس دن مضغہ پھر اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے تو وہ اُس میں رُوح پھونکتا ہے پس اکیلا فرشتہ اُس کی طرف بھیجا جاتا ہے تو وہ اس میں پھونکتا ہے تو اس کا پھونکنا سبب حدوث رُوح کا ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا کہ فرشتہ کو رُوح دیکر بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کو اس کے بدن میں داخل کرتا ہے بلکہ اس کے نفخہ کے ساتھ رُوح بدن میں حادث ہوتا ہے پھر کتاب الروح صـ۲۵۹ میں لکھا ہے " ولیس فیہ انہ سبحانہ خلق ارواحھم قبل الاجساد واقرھا بموضع واحد ثم یرسل کل روح من تلک الارواح عند حدوث بدنھا الیہ نعم ھو سبحانہ یخص کل بدن بالروح التی قدر ان یکون لہ فی ذلک الوقت واما انہ خلق نفس ذلک البدن فی ذلک الوقت وفرغ من خلقھا واودعھا فی مکان معطلۃ عن بدنھا حتی اذا احدث بدنھا ارسلھا الیہ من ذلک المکان فلا یدل شی من الاحادیث علی ذلک لمن تاملھا۔ اور اس میں یہ نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے بنایا ہے۔ اور ان کو ایک جگہ میں رکھا ہُوا ہے پھر ہر ایک روح کو ان ارواح سے اس کے بدن کے حدوث کے وقت بھیجتا ہے ہاں ہر ایک بدن کو خدا تعالیٰ نے ایک رُوح کے ساتھ خاص کیا ہے اور اندازہ کیا ہے کہ فلاں وقت میں اس بدن کے لئے ہوگا لیکن یہ بات کہ اس بدن کا نفس اسوقت میں بن چکا ہے اور اسکی خلق سے خدا فارغ ہو چکا ہے اور ان کو بدن سے معطل ایک مکان میں رکھا ہُوا ہے تو جب کبھی کوئی بدن تیار ہوتا ہے تو اس مکان سے اسکی طرف بھیج دیتا ہے تو اس پر احادیث سے بالکل دلالت نہیں پائی جاتی اور غور کرنے والا شخص معلوم کر سکتا ہے کہ احادیث میں اس کی

تصدیق نہیں پائی جاتی۔ پھر دیکھیں کتاب الروح صفحہ ۲۵۶ فقد قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وھذا خطاب للانسان الذی ھو روح وبدن فدل علیٰ ان جملۃ مخلوقۃ بعد خلق الابوین واصرح منہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیرًا ونساء واتقوا اللہ وھذا صریح فی ان خلق جملۃ النوع الانسانی بعد خلق اصلہ کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ ہم نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور یہ انسان کو خطاب ہے جو کہ روح اور بدن ہے پس اس آیت نے دلالت کی کہ انسان کا روح وبدن ابوین کی خلق کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ صریح خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اے لوگو خدا کا تقویٰ کرو جس نے تمکو نفس واحد سے پیدا کیا اور اسی کی نوع کا اس کا جوڑا بنایا۔ ان دونوں سے مرد اور عورتیں بہت سی پھیلائیں اور اللہ سے ڈرو۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ جملہ نوع انسانی (جو روح وخلق سے مرکب ہے) کی خلق اصل کی خلق کے بعد ہوتی ہے۔ اب سنئے امام غزالی رحمۃ اللہ کا اسکے متعلق کیا مذہب ہے ملاحظہ ہو مسئلہ الروح وحقیقتہا صفحہ ۴۔ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ارواح بشری قبل وجود ابدان کے موجود نہیں ہیں بلکہ بعد وجود ابدان کے حادث ہوتی ہیں جیسے صورت آئینہ میں کیونکہ اگر قبل وجود ابدان کے موجود ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کل انسانوں کے لئے روح واحد ہوگی یا کثیر یعنی بہت سی ہونگی۔ پھر وہ ایک لمبی دلیل لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ قبل وجود ابدان روح کا واحد ہونا یا کثیر ہونا دونو باطل ہیں اور جب وہ دونو باطل ہوئیں تو روح کا قبل ابدان موجود ہونا باطل ہو گیا +

پھر اگر ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ ارواح قبل ابدان کے موجود ہیں اور پیدا نہیں ہوتے رہتے تو اس سے لازم آئیگا کہ یا تو خدا تعالےٰ سے ارواح کو پیدا کرنیکی صفت مسلوب ہو گئی ہے یا نہیں اگر ہو گئی ہے تو یہ ایک نقص ہے اور اسکی صفات میں تغیر اور نقص واقع نہیں ہو سکتا اگر اس میں خلق ارواح کی صفت پائی جاتی ہے تو ارواح کا پیدا ہوتے رہنا لازم آئیگا اور اگر ارواح کا پیدا ہوتے رہنا نہ تسلیم کیا جائے تو یہ

۴۴ کرتا۔ حالانکہ قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور اسکی صفات ہمیشہ کے لئے کام کرنیوالی ہیں +

وید کی چند پہیلیاں

ہمارے ملکی آریہ بھائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ "وید ہی دنیا میں ایک دینی کتاب ہے جو علم و عقل سائنس و فلاسفی سے پُر علوم کا بھنڈار (خزانہ) ہے اور سب کتب اسی کی خوشہ چین ہیں" اسکے ماتحت آج ہم دیکھتے ہیں کہ فی الحقیقت ویدوں میں سائنس و فلاسفی پر مُوشگافیاں کی گئی ہیں یا برخلاف اسکے خلاف از عقل و علم باتیں ہی ہیں۔ اُمید ہے کہ آریہ فلاسفر ہماری مندرجہ ذیل پہیلیوں یا معموں کا حل کر کے دکھلائینگے۔ جو ہم ویدوں سے پیش کرنے لگے ہیں اور ویدوں کا ترجمہ ہمارا یا کسی اور غیر مذہب والے کا نہیں بلکہ خاص بانی آریہ سماج کے قلم سے نکلا ہوا ہے۔ "ہے دینے ہارے جیسے لینے والا۔ پڑھانے اور اُپدیش کرنیوالوں کا میل کرے اور وہ آج بکرا وغیرہ جانوروں کے بیچ سے لینے لائق چیز کا چکنا حصہ یعنی گھی دودھ وغیرہ اُدّار (نکالا ہوا) کیا ہوا ہیویں۔

تفسیر دیانند بھاشا یجروید جلد دوم ص۷۹۵ (ادھیائے ۲۱ منتر ۴۳)

ہمارے ناظرین نے تو یہی سُنا یا دیکھا ہوگا کہ بکریاں دودھ دیا کرتی ہیں مگر آج انکی معلومات میں اور بھی اہم اضافہ ہو جائے گا۔ جب وہ بطفیل "ایشوری گیان" جان لینگے کہ بکرے بھی دودھ اور گھی دیتے ہیں۔

حیرانی ہے کہ اس قسم کی باتوں کے مجموعہ کو کلام الٰہی اور ایشوری گیان کہا جاتا ہے جو سراسر غلط علم و عقل دلیل و مشاہدہ کے ہو۔ اس طور کا دوسرا منتر ملاحظہ ہو۔

"ہے رعایا کے مالک ایشور! جو رُوح۔ مادہ وغیرہ اشیاء (ہیں یہ) سب اچھا روپ وغیرہ (بصورت خواہش) صفات سے متصف ہیں الخ)

(جلد اوّل تفسیر دیانندی یجروید ص۳۱۲ و ص۳۱۳ (نمبر ۱/۲)

یہ انکشاف بھی ویدوں کے ذریعہ ہی دُنیا میں ہونا تھا کہ علاوہ رُوح کے بیجان

مادہ میں بھی خواہش موجود ہے۔

کیا کوئی آریہ اس منتر کا صحیح حل کر کے دکھلا سکتا ہے یا اسکے مضمون کو عقل وسائنس سے مطابق کر کے ہمیں بھی واقف کرے گا۔

"گرہستہ جنوں (عیالداروں) کو چاہیئے کہ اس طرح کوشش کریں کہ جس سے تینوں یعنی بھوت (ماضی) بھوشت (مستقبل) اور ورتمان (حال) زمانہ میں بہت ہی سکھی ہوں"

(تفسیر یجر وید دیانندی بھاشا "بھاوارتھ" جلد اول ص ۲۳۱)

انسان ایسے امور پر تو قادر ہے جنکو کر کے زمانہ حال اور آیندہ میں فارغ البال اور خوش ہو جائے مگر یہ کبھی نہ سنا اور دیکھا اور نہ ہی اس بات کو عقل نے تجویز کیا کہ انسان ۱۰ مئی سنہ ۱۹ء کو اپنی فلاح کے لئے کوئی کام کرے تو اس کا نتیجہ یعنی سکھ اور چین ملے یکم جنوری سنہ ۱۹ء کو۔

ویدوں کی اس پہیلی کا حل کرنا بھی آریہ فلاسفروں کے ذمہ ہے۔ انکو بتلانا چاہیئے کہ انسان اپنی درماندگی کو دور کرنے اور مرفہ حال ہونے کے لئے کام تو کرے آج۔ اور اس کا سکھ ملے کام کرنیسے ایک سال پہلے۔

چوتھی پہیلی۔

"میں جو سوم لتا وغیرہ بوٹیوں (کو) جو زمین وغیرہ سے تین برس پہلے مکمل سکھ دینے میں عمدہ ظاہر ہوئیں جو حاصل کرنیوالے بیماروں کے نسو اور سات جنم ونا ڑیوں کے زخموں کو سفید میں انکو جلدی جانوں"۔

(دیانندی تفسیر بھاشا یجر وید ص ۴۱۶ (۱۲/۱۵) جلد اول

کیا ہی مزے کی بات وید نے بیان کی کہ میں ان بوٹیوں کو جلد معلوم کر لوں جو زمین کی پیدایش سے بھی تین برس پہلے پیدا ہو چکی ہیں۔

آریہ فلاسفرو سائنس کے مدعیو! بتلاؤ دنیا تو ابھی بنی نہیں تو اس سے تین برس پہلے کس سائنس نے قاعدہ کی رو سے ایسی ادویات جو زخمیوں کے زخم تندرست کرنے

والوں میں پیدا ظاہر ہوگئیں۔ انصاف سے بتلانا کیا ایسی ایسی خلاف علم و عقل و مشاہدہ کے تعلیم دینے والی کتاب ایشور کی تصنیف منوائی جا سکتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ بس آپ پر ہی چھوڑا جو فیصلہ دیں ہمیں منظور +

یہ چار پہیلیاں یا متھے ہی دید کی حقیقت کا آئینہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ سوامی دیانند جی نے بھی اس امر کے متعلق خوب لکھا ہے کہ "جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا سب چاول پک گئے ہیں یا کچے ہیں۔ اس طرح تھوڑی سی تحریر سے نیک نہاد لوگ بہت سی باتیں سمجھ لینگے عقلمندوں کے سامنے بہت لکھنا ضروری نہیں کیونکہ بمصداق مشتے نمونہ از خروارے عقلمند لوگ تمام مطلب کو سمجھ ہی لیتے ہیں" ستیارتھ اردو صفحہ ۵۱۲ +

ابطال قدامت مادہ

آریہ سماج اپنے جس مسئلہ پر زیادہ سے زیادہ اتراسکتا ہے وہ "قدامت مادہ" ہے +

آج ہم بفضل ایزدی اسی کے کھنڈن (تردید) میں اختصاراً سماجی دوستوں ہی کی مقبول و مستند کتاب "سانکھیہ درشن" مصنفہ کپل رشی سے ایک دلیل ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے اس مایۂ افتخار سماجی سدھانت (اصول) کا سب تار پود ڈھیلا ہو کر پاش پاش ہوتا ہوا ناظرین ملاحظہ فرمائینگے۔ جس سے امید واثق ہے کہ دیانندی حضرات اپنے قابل تعظیم قدیم رشی کی فرمائی ہوئی دلیل کو چشم بصیرت سے دیکھنے اور غور و تدبر سے کام لیتے ہوئے اسے مسترد نہ کر کے حق کو قبول کرنے کی سعی فرمائینگے اور آجتک جس نچی اور روحانیت سے کچھ تعلق نہ رکھنے والی بات کے پیچھے سرگردان ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ اس سے تائب ہو کر خالص توحید کے پرستار بنکے موحدین کے زمرہ میں داخل ہونے کی کوشش کو عمل میں لا کر اخروی نجات کے وارث ٹھیرینگے +

قبل اسکے کہ ہم قدم مادہ کے ابطال پر مہرشی کپل کی دلیل جو نہایت ہی مختصر مگر قدامت کو دم زدن میں چکنا چور کرنیوالی ہے نقل کریں۔ اول یہ ضروری ہے کہ بانی آریہ سماج نے مادہ

کی تعریف جس طرح کی ہے وہ بجنسہ ذیل میں درج کر دیں تاکہ قدیم آریہ فلاسفر کی دلیلِ لطیف کا مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے۔

(ملاحظہ ہو ستیارتھ اُردو ص ۲۳۹)

"یہ سب عالم پیدایش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا۔ اندھیرے جیسا ناقابلِ تمیز اور آکاش کی طرح (جسم و شکل نہ رکھنے والا) تھا۔ اور غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود۔۔۔۔۔۔ تھا"

اس جگہ سوامی دیانند نے بخلاف تمام مادئین کے اجزائے عالم کو محدود تسلیم کیا ہے جسکے تسلیم کر لینے سے قدامت مادہ کا دعوےٰ ایک سیکنڈ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ جو چیز محدود ہوگی وہ محتاج ہوگی کسی دوسرے محدِّد حد بست کرنے والے کی پس جب مادۂ عالم بقول بانیٔ آریہ سماج محدود ہے تو یہ ماننا بھی لازمی ہوگا کہ اس کا (مادہ) کوئی مُحدِّد ضرور ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے +

پس جو مُحدِّد ہوگا وہی خالق ہے اور اسکے مقابل جو محدود ہے وہ مخلوق پس آریہ سماج جسکو قدیم بتلاتا ہے وہ حادث ثابت ہوگیا +

اب سانکھ درشن کی دلیل بھی سُن لیجئے وہ بھی ہمارے اس قول کی تصدیق کر رہی ہے +

परिच्छिन्नम न सर्वोपादानम

پری چھنم نہ سرود اپادانم

(ادھیائے ۱ شوتر ۷۶)

ترجمہ۔ ایک دیشی سب (کائنات) کا اُپادان کارن نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر سانکھ درشن ہندی پنڈت آریہ منی ص ۵۵)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ جو چیز محدود ہوگی وہ کائنات عالم کی علّت مادی نہیں کہلا سکتی۔ کیوں! اسکے ثبوت میں کپل رشی اگلے شوتر میں دلیل دیتے ہیں"

तदुत्पत्तिश्रुतेश्च

تدُتپتّی شُر تیشچ

(شوتر ۷۷)

ترجمہ ہندی ”پری چھن (محدود) کی پیدائش سُنی جاتی ہے“ آریہ فلاسفر فرماتے ہیں کہ جو
محدود ہے اسکی پیدائش ضروری ہے یعنی وہ بسبب محدود ہونیکے مخلوق ہے۔ پنڈت آریہ
مُنی صاحب کے علاوہ فاضل آریہ پنڈت تُلسی رام سوامی بھی اپنی تفسیر سانکھیہ درشن ہندی کے
صفحہ ۳۳ پر ارقام فرماتے ہیں کہ محدود اشیاء کی پیدائش سُنی جاتی ہے اس سے وہ سب
(کائنات) کی علت مادی نہیں ہوسکتی“ +

ان ہر دو سانکھ شوتروں کے تراجم ہمارے طبع زاد نہیں بلکہ ہم نے دو آریہ فاضلوں
کے ہی ترجمے نقل کر دیئے جسکو دیکھکر کسی آریہ کی مجال نہیں کہ ان شوتروں کے ترجمہ کو باطل
ثابت کرسکے +

اگر ہمارے ناظرین مہرشی کپل کے فرمان کو بانی آریہ سماج کی محولہ بالا عبارت کے مقابل
رکھکر پڑھیں گے تو وہ فوراً کہہ اُٹھینگے کہ جس مادہ کو آریہ صاحبان قدیم قدیم کہہ رہے ہیں
کبھی بھی ازلی و قدیم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سوامی دیانند نے خود تسلیم کیا ہے کہ مادہ محدود ہے
اور اسکے مقابل کپل جی نے لکھا کہ جہان کی علت مادی محدود نہیں کیونکہ جو محدود ہے وہ
مخلوق اور مخلوق کبھی ازل و علت کہلا نہیں سکتی۔ پس نتیجہ نکلا کہ آریہ سماج کا باطل دعویٰ
کہ ”مادہ قدیم“ ہے ایک قدیم قابل تعظیم فلاسفر کے قول کی رُو سے ہی ریزہ ریزہ ہوکر خاک میں
مل گیا۔ جسکو دیکھکر اُمید ہے کہ آریہ صاحبان اب بھی ہمارے مُنہ نہ آتے ہوئے اس دعویٰ
سے اجتناب کرینگے کہ ”مادہ قدیم ہے“ +

ابطال قدامت مادہ پر یہ تو ایک قدیم شی کی دلیل تھی جو ہم نے اوپر تحریر کی وید جسکو آریہ
پرمیشور کی تصنیف بتلاتے ہیں وہ خود اس مسئلہ کی تکذیب کھلے الفاظ میں کرکے اس عقیدہ
کے پیروؤں کو شرمندہ کر رہا ہے بطور نمونہ ہم ایک منتر ذیل میں تحریر کرتے ہیں اور ترجمہ
بھی سوامی دیانند کا ہوگا ملاحظہ ہو

”اس پرش (پرمیشور) نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے اس کو لیکر
مٹی کو بنایا اس طرح اگنی کو اس سے پانی کو پیدا کیا۔ اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش
اور آکاش کو پرکرتی (مادہ) سے اور پرکرتی کو اپنی قدرت سے پیدا کیا“ بحوالہ یجر وید ۳۱

منقول ہو مگا از دو وشٹ +

دیکھ لیجئے اس جگہ آریہ سماج کا مُسلم وید اسلامی عقیدہ کے آگے صاف طور پر سر تسلیم خم کرتا ہوُا نظر آرہا ہے + اب بھی کوئی آریہ اس مختصر سے مضمون کو پڑھ کر حدوث مادہ کا انکار کرے تو سمجھ لو کہ وہ صرف قرآنی صداقت کا ہی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے وید کو بھی صداقت سے گرا ہوُا سمجھتا ہے + فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

تشحیذ الاذہان کیلئے ایک ہزار روپے کی اپیل

احباب جماعت احمدیہ سے

برادران السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ تشحیذ الاذہان وہ مبارک رسالہ ہے جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا اور حضرت خلیفہ اوّل مولانا نور الدینؓ اسکے مربی رہے اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ الاحد سلسلہ احمدیہ کے موجودہ امام اسکے ایڈیٹر۔ اس لئے مجھے رسالہ کی اہمیت جتانے کیلئے کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اسکی موجودہ حالت کیطرف احباب جماعت احمدیہ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں حال ہیں انجمن تشحیذ الاذہان نے یہ رسالہ صیغہ تالیف و اشاعت محکمہ نظارت کے سپرد کیا ہے اور اس کا حساب کتاب دیکھنے سے معلوم ہوُا ہے کہ تقریباً ساڑھے چھ سو روپے لوگوں کو واجب الادا ہے اور فنڈ ہیں اتنا روپیہ بھی نہیں کہ سال حال کے اخراجات پورے ہو سکیں اس لئے اس قرض کے اتارنے اور فنڈ کے استحکام کے لئے **ایکہزار روپے** کی ضرورت ہے جسکے لئے ہیں جماعت احمدیہ کے ذی مقدرت احباب سے حسب منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر اپنے اپنے حلقہ اثر ہیں تحریک

کر کے یہ رقم پوری کر دیں ہر ماہ رمضان کا مہینہ ہے جسمیں خیرات کے لئے مومن بڑھ بڑھ کر حصہ لیتے ہیں اسلئے میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالی قوم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس رقم کو عید سے پہلے پہلے پورا کر دینگے۔ روپیہ ناظر بیت المال قادیان کے پتہ پر بھیجا جائے۔ اور کوپن پر لکھا ہو "اعانت تشحیذ" اسکے علاوہ ضروری ہے کہ تشحیذ کو کم از کم **پانچسو خریدار** مزید دیا جائے تاکہ رسالہ سلف سپورٹ ہو سکے۔ ہم نے اسکے اخراجات میں ممکن سے ممکن تخفیف کر دی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہی شخص ایڈیٹر، مینجر اور محرر ہے باینہمہ اس میں جو مضامین چھپتے ہیں وہ آپ کے معلومات دینی میں اضافہ کرنے والے اور مناظرات میں کام آنے والے ہوتے ہیں چنانچہ گذشتہ سالوں کے فائلوں سے بہت لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ پھر یہ رسالہ خدا کے فضل سے ایسا باقاعدہ ہے کہ گذشتہ گیارہ سال میں برابر اپنی تاریخ مقررہ پر شائع ہو جاتا رہا ہے۔ اسپر بھی اگر اسکی قدر نہ کی جائے۔ تو بہت افسوس کی بات ہوگی۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کیطرف بھی خاص توجہ دیگئی ہے اسکی امداد کا ایک یہ طریق بھی ہے کہ سالہائے خصوصاً قیام خلافت ثانیہ کے بعد کے فائل لئے جائیں جو بجائے دو روپیہ کے ڈیڑھ روپے سالانہ کے حساب سے دیئے جائینگے میں اُمید کرتا ہوں کہ اسکے لئے دوبارہ یاددہانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو اس کار خیر میں امداد کی توفیق دے۔ اور آپ کے سینوں کو کھولدے اور آپ اس ضرورت کو محسوس کر سکیں جس کی بنا پر یہ اپیل کی گئی ہے ⁂

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں جب یہ اپیل پیش کیگئی تو حضور نے تحریر فرمایا کہ "میں چھاپدیں میں بھی انشاء اللہ ۳۵ روپے دونگا" مرزا محمود احمد

احباب کرام کو بھی چاہیئے کہ اس کار خیر میں حصہ لیں۔

خاکسار رحیم بخش ایم اے
ناظر تالیف و اشاعت

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگواکر اپنے گھر میں ڈال رکھیں جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کرسکیں یہ اصلی عرق کافور عرصہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست۔ پیٹ کے درد و متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۸/ محصول ڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵/ +

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑہ۔ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے کافور ہو جاتا ہے۔ آنتوں کے دست پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن کے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوائی ہے اسلئے دیگر قیمتی کلوروڈائن سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ محصول ڈاک ۵/ +

چھ مشہور دوائیوں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گزشتہ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اسلئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنایا ہے جسمیں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہوسکتی ہے یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے (دواؤنکے نام) دمہ کی دوا۔ کولاٹانک۔ مقوی باہ کی گولیاں۔ عرق کافور۔ جلاب کی گولیاں۔ عرق پودینہ سبز۔ قیمت ۱۸/ محصول ۱۴/ +

طاقت بڑہانیوالا پھل

کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری یا تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑہاتا ہے اس لئے گھوڑے کی سواری۔ پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت۔ ناچ گانا۔ پڑھنا پڑہانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا۔ ہولدل۔ دہڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگواکر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ۱/ محصول ۵/۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور ڈاکٹروں یا دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے +

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ